احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

مئی 2021ء

رمضان اور رجوع الی القرآن

مدارسِ دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے

نظام المدارس پاکستان کے زیر اہتمام قومی کانفرنس سے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا علمی و تربیتی خصوصی خطاب

آخری عشرہ رمضان المبارک کی فضیلت

اصلاحِ معاشرہ: سیرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روشنی میں

زکوٰۃ کی اہمیت و مقاصد

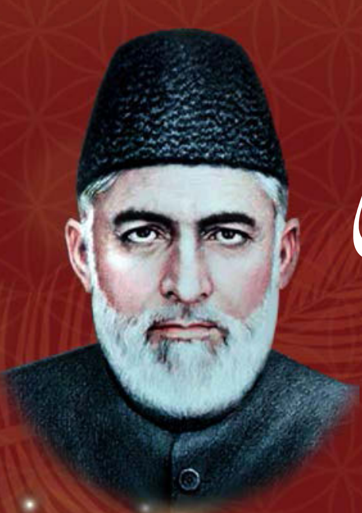

فریدِ ملت ڈاکٹر فرید الدین قادری رحمۃ اللہ علیہ اوصافِ حمیدہ

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

یا اللہ جل جلالہ

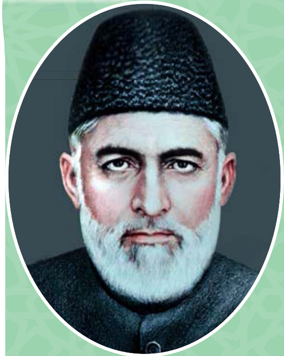

48 واں سالانہ عرس مبارک

فریدِ ملت

ڈاکٹر فریدالدین قادری رحمۃ اللہ علیہ

والد گرامی

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی

بتاریخ: 16 شوال 1442ھ

بمقام: دارالعلوم فریدیہ قادریہ ملحقہ دربار فریدملت بستی لوہلے شاہ جھنگ صدر

زیرصدارت: صاحبزادہ محمد صبغت اللہ قادری، ایڈمنسٹریٹر دربار فرید ملت

زیرنگرانی: علامہ حافظ عبدالقدیر قادری، ڈائریکٹر دارالعلوم ہذا

پروگرام ان شاء اللہ

قرآن خوانی	بعد نماز فجر تا ظہر
رسم چادر پوشی	بعد نماز عصر
غسل دربار شریف	بعد نماز ظہر
محفل ذکر مصطفی	بعد نماز مغرب
خصوصی خطاب	بعد نماز عشاء

آخر میں لنگر تقسیم ہوگا

خواتین کیلئے باپردہ انتظام

خصوصی آمد: **مرکزی قائدین، مشائخ و سکالرز**

چیف آرگنائزر: **محمد جواد حامد** ڈائریکٹر ایڈمن و اجتماعات منہاج القرآن انٹرنیشنل

داعی الی الخیر: صاحبزادہ محمد طاہر قادری و تحریک منہاج القرآن جھنگ

0334-6331063 , 0333-6767094

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ العالی کی مختلف موضوعات پر مشتمل کتب، سی ڈیز لائبریری دارالفرید المعروف فریدیہ ٹرسٹ محلّہ پرانی عیدگاہ جھنگ صدر میں دستیاب ہیں

اوقات روزانہ عصر تا مغرب

بفیضان نظر
قدوۃ الاولیاء شیخ المشائخ حضرت سیدنا طاہر علاؤالدین الگیلانی البغدادی قدس سرہ العزیز

زیر سرپرستی
شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری

زیر نگرانی
ڈاکٹر حسن محی الدین قادری | ڈاکٹر حسین محی الدین قادری

احیائے اسلام اور امن عالم کا داعی کثیر الاشاعت میگزین

ماہنامہ منہاج القرآن لاہور

جلد: 35 شمارہ: 5 | رمضان/شوال ۱۴۴۲ھ | مئی 2021ء

حسن ترتیب

اداریہ: معاشی عدل کا قیام ریاست کی ذمہ داری	چیف ایڈیٹر	3
القرآن: مدارسِ دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	5
دورۂ علوم الحدیث (نشست: سوم، حصہ:5)	شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری	12
الفقہ: زکوٰۃ کی اہمیت و مقاصد	مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی	16
آخری عشرہ رمضان المبارک کی فضیلت	ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری	19
رمضان اور رجوع الی القرآن	ڈاکٹر نعیم انور نعمانی	22
اصلاحِ معاشرہ: سیرتِ سیدنا علیؑ کی روشنی میں	ڈاکٹر محمد زہیر احمد صدیقی	26
حضرت فریدِ ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ: اوصافِ حمیدہ	محمد شفقت اللہ قادری	31
نظام المدارس پاکستان کے قیام کی ضرورت و اہمیت	ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی	36
نظام المدارس پاکستان کے زیر اہتمام قومی کانفرنس	رپورٹ	38

چیف ایڈیٹر نوراللہ صدیقی

ایڈیٹر محمد یوسف

ڈپٹی ایڈیٹر محبوب حسین

ایڈیٹوریل بورڈ
محمد فاروق رانا، عین الحق بغدادی
محمد رفیق نجم

مجلس مشاورت
خرم نواز گنڈاپور، احمد نواز انجم
جی ایم ملک، تنویر احمد خان، سرفراز احمد خان
منظور حسین قادری، غلام مرتضیٰ علوی

قلمی معاونین
مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی، پروفیسر محمد نصراللہ معینی
ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، پروفیسر محمد الیاس اعظمی
ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، محمد افضل قادری

کمپیوٹر آپریٹر محمد اشفاق انجم | گرافکس عبدالسلام
خطاطی محمد اکرم قادری | عکاسی قاضی محمود الاسلام

ملک بھر کے تعلیمی اداروں اور لائبریریوں کیلئے منظور شدہ
www.minhaj.info
www.facebook.com/minhajulquran
email:mqmujallah@gmail.com (مجلّہ آفس وسالانہ خریداران)
minhaj.membership@gmail.com (نظامت ممبرشپ/رفقاء)
smdfa@minhaj.org (بیرون ملک رفقاء)

قیمت فی شمارہ: 35 روپے | سالانہ خریداری: 350 روپے

انتباہ! مجلّہ منہاج القرآن میں آنے والے جملہ پرائیویٹ اشتہار خلوص نیت سے شائع کئے جاتے ہیں، ادارہ کی کسی کاروبار میں شراکت ہے اور نہ ہی ادارہ فریقین کے درمیان کسی بھی قسم کے لین دین کا ذمہ دار ہوگا۔

بدل اشتراک: مشرق وسطی جنوب مشرقی ایشیاء، یورپ، افریقہ، آسٹریلیا، کینیڈا، مشرق بعید جنوبی امریکہ وریاستہائے متحدہ امریکہ 30 امریکی ڈالر سالانہ

ترسیل زر کا پتہ: اکاؤنٹ نمبر 01970014575103 حبیب بینک فیصل ٹاؤن برانچ ماڈل ٹاؤن لاہور پاکستان

ناشر: محمد اشرف قادری، مطبع: منہاج القرآن پرنٹرز 365 ایم ماڈل ٹاؤن لاہور Ext:128 UAN:042-111-140-140

حمد باری تعالیٰ

بہ احترام، سر آغاز حمدِ رب کا ہے
ہے احتیاط کی رہ، مرحلہ ادب کا ہے

سب اُس کے خوانِ کرم کے گداگر و محتاج
وہ بے نیاز ہے سب سے، اگرچہ سب کا ہے

ترے حضور ہیں سرگوشیاں تہہِ جاں کی
کلام تجھ سے ہی ہر حرفِ زیرِ لب کا ہے

خمیر اٹھایا ہے میرا بـلٰی سرشتوں سے
ترا کرم مری جاں پر ازل کی شب کا ہے

اگر امید ہے دل کو، تو تیری رحمت سے
اگر ہے خوف کوئی، تو ترے غضب کا ہے

بہ صد خلوص، اشارہ و رخ تری جانب
دعائے صبح کا اور التجائے شب کا ہے

ازل سے روحیں ترے آستاں کی سائل ہیں
ہیں جس گھڑی سے، کرم کا سوال تب کا ہے

جہاں پہ ہوتی ہیں سیراب روحیں زمزم سے
ریاضؔ شائق اسی قریۂ طرب کا ہے!

﴿پروفیسر ڈاکٹر ریاض مجید﴾

نعتِ رسولِ مقبول ﷺ

اے دل نبیؐ کی نعت لبوں پر سجا کے دیکھ
پھر معجزے حضورؐ کے لطف و عطا کے دیکھ

بہرِ رضائے شاہؐ بتقلیدِ یارِؓ غار
تن من درِ حضورؐ پہ اپنا لٹا کے دیکھ

جھولی بھریں گے تیری وہ خیراتِ نور سے
''دستِ طلب حضورؐ کے آگے بڑھا کے دیکھ''

سنتے ہیں نزد و دور سے سرکارِ دو جہاں
ان کے حضور اپنا غمِ دل سنا کے دیکھ

ان کو خلوصِ دل سے شب و روز یاد کر
پھر معجزات بارشِ ابرِ سخا کے دیکھ

کافی ہے یاد ہی تجھے اس شہرِ لطف کی
طیبہ کو یاد کر تو جہاں کو بھلا کے دیکھ

آئے گا کیف تجھ کو حضوری کا بالیقیں
پیشِ مواجہ اپنے تصور میں جا کے دیکھ

ہمدآنی فیض کی نظر آئے گی روشنی
دو ہاتھ اور جالیوں کے پاس جاکے دیکھ

﴿انجینئر اشفاق حسین ہمدآنی﴾

اداریہ

معاشی عدل کا قیام ریاست کی اولین ذمہ داری ہے

پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا اور تحریک پاکستان کے دوران عام آدمی کو یہ امید دلائی گئی تھی کہ آزاد خطہ کے اندر انہیں روٹی، کپڑا، مکان میسر آنے کے ساتھ ساتھ انہیں تعلیم، صحت اور انصاف کے حوالے سے یکساں حقوق میسر ہوں گے لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ گزری ہوئی سات دہائیوں کا اگر سرسری سا جائزہ لیا جائے تو ہر دن امیر اور غریب کے درمیان فرق بڑھتا چلا جارہا ہے۔ آج 21 ویں صدی میں ہم سانس لے رہے ہیں جو سائنس، انجینئرنگ اور انفارمیشن ٹیکنالوجی کے فروغ کی صدی ہے مگر ہمارے ہاں آج بھی عام آدمی کا مسئلہ باعزت روٹی، روزگار اور تحفظ کا ہے۔

اسلام کو ایک انقلابی دین اور ضابطہ حیات کہا جاتا ہے یعنی اسلام کی آمد سے قبل امیر اور غریب، کمزور اور طاقتور کے درمیان جو سماجی فاصلے طبقاتی نظام زندگی کے باعث پیدا کر لئے گئے تھے اسلام نے انہیں بیک جنبشِ قلم ختم کر دیا اور انسانی تقاضوں کے تحت انسانیت کی فلاح و بہبود کا ایک آفاقی، اقتصادی، معاشی تصور دیا جس کی بنیادیں مواخات اور انفاقِ فی سبیل اللہ پر استوار کی گئیں۔ اسلام نے زمیندار اور مزارع، آجر اور اجیر، کارخانہ دار اور مزدور کے درمیان زمانہ جاہلیت والا تعلق غلامی ختم کر کے پیداواری صلاحیت کی بنیاد پر حقوق و فرائض کا ایک جامع نظام وضع کیا۔ آج عام آدمی روٹی، کپڑا اور مکان جیسی بنیادی سہولت کی عدم فراہمی کے کرب میں مبتلا ہے۔ ریاست کا کردار اور رٹ آف سٹیٹ کمزور ہونے کے باعث کارٹلائزیشن اور عام آدمی کا استحصال بام عروج پر پہنچا ہے۔ پاکستان ایک زرعی ملک ہے لیکن ہم آج بھی آٹے، چینی جیسی بنیادی اشیائے ضروریہ کی مصنوعی قلت اور زائد نرخوں کا شکار ہیں۔

آج بھی اگر اسلام کے اقتصادی نظام کو خلوصِ نیت کے ساتھ اختیار کر لیا جائے اور اسلام کے اقتصادی اصول نافذ کر دیئے جائیں تو سوسائٹی خوشحالی اور امن کا گہوارہ بن جائے گی اور کوئی شخص نہ بھوکا سوئے گا اور نہ ہی بھوک کی وجہ سے زندگی اور موت کی کشمکش میں مبتلا ہوگا۔ اقتصادیات اسلام رزق حلال، معاشی عدل، ارتکاز دولت کی ممانعت، فضول خرچی سے پرہیز، اعتدال پسندی، حرمت سود، کفالت یتامیٰ، زکوٰۃ کی ادائیگی، غربت کے خاتمے، محنت، قناعت، کسانوں کے حقوق کے تحفظ اور سادگی کے اصولوں پر استوار ہے۔ اسلام کے اقتصادی اور سماجی نظام میں مزدور کو اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادائیگی کا حکم دیا گیا ہے۔ یتیموں کی کفالت کا حکم دیا گیا ہے۔ قرآن مجید میں ہے کہ جو شخص یتیموں کو دھکے دیتا ہے، محتاج کو کھانا کھلانے کی ترغیب نہیں دیتا وہ شخص دین کو جھٹلاتا ہے۔

آج کا تاجر، زمیندار اور کاروباری زیادہ سے زیادہ منافع جمع کرنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتا ہے، اپنا منافع بڑھانے کے لئے مزدور کو کم اجرت دی جاتی ہے، ٹیکس چوری کی جاتی ہے، ناپ تول سے کام لیا جاتا ہے، زکوٰۃ دینے سے انکار کیا جاتا ہے جبکہ اسلام کا تصورِ منافع یہ ہے کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو منافع میں شامل کیا جائے ان کی خیر خواہی پر مال خرچ کیا جائے چونکہ اجتماعی غربت کے خاتمے کے لئے اجتماعی اقتصادی سرگرمیوں کی اسلام حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

آج کے صنعتکار، تاجر، سٹاکسٹ کے پیش نظر حضور نبی اکرم ﷺ کا یہ فرمان رہنا چاہیے جس میں آپ نے فرمایا: ''تم میں

سے جس شخص کے پاس ضرورت سے زائد سواری ہے وہ اس کو لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے، جس کے پاس ضرورت سے زائد سامان خورونوش ہے وہ اُسے لوٹا دے جس کے پاس نہیں ہے۔ اسی طرح حضور نبی اکرم ﷺ مختلف اصناف مال کا ذکر فرماتے رہے یہاں تک کہ ہم نے سمجھا کہ ضرورت سے زائد کسی بھی شے پر ہمارا حق نہیں رہا''۔

یہ احکام صاحبِ ثروت کے لئے ہیں کہ وہ اقتصادی اعتبار سے کمزور لوگوں کو اپنے نفع میں شامل کرے لیکن اگر کوئی کسی کا حق مار کر یا کسی کی مزدوری میں سے بالجبر کمی کر کے اپنے بینک اکاؤنٹ اور اپنی دولت کو بڑھاتا ہے تو وہ جان لے کہ وہ حضور نبی اکرم ﷺ کے بتائے ہوئے راستے پر نہیں ہے۔ خلافت راشدہ کا دور معاشی عدل کے اعتبار سے اسلامی تاریخ کا ایک سنہرا اور مثالی دور ہے۔ اس دور کی معاشی خوشحالی کا مختصر تجزیہ کیا جائے تو ہمیں درج ذیل اصول نظر آتے ہیں:

اس دور میں کوئی زکوٰۃ دینے سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔۔۔ کوئی کھلے بندوں کسی کا حق نہیں مار سکتا تھا۔۔۔ زرعی پیداوار میں محنت کرنے والے کو معاشی حقوق کا تحفظ حاصل تھا۔۔۔ غریبوں کی بحالی عزت اور ترغیب محنت کی ریاستی سطح پر سرپرستی کی جاتی تھی۔۔۔ دولت کی مساویانہ تقسیم، سرمایہ اور محنت میں توازن قائم تھا۔

ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم نے اسلام کے نظام معیشت کو نظر انداز کر دیا اور مغرب کے معاشی نظام کی طرف دیکھتے ہیں مگر اس نظام کو بھی اپنی استحصالی سوچ کے تابع کر کے اس کا حلیہ بگاڑ دیتے ہیں، نتیجتاً استحصال اور ظلم جنم لیتا ہے۔ یہ ریاست کی ذمہ داری ہے کہ وہ اقتصادی حوالے سے کمزور اور طاقتور کے درمیان اعتدال قائم کرے۔ کمزور کا استحصال بند کروائے، بالخصوص مزدوروں کو ان کے تسلیم شدہ حقوق دلوائے، مزدوروں اور کم آمدنی والے افراد کے بچوں کو معیاری تعلیم دینا اور پھر روزگار کے مواقع میں برابری کی بنیاد پر حصہ دار بنانا بھی ریاست کی ذمہ داری ہے۔ آج تمام مسائل کی جڑ کمزور معیشت ہے، جب معیشت بگڑ جاتی ہے تو قوموں کے رویوں میں بھی بگاڑ آ جاتا ہے۔

اسلام دین فطرت ہے، اس لئے یہ کیسے ممکن تھا کہ معیشت جیسے اہم ترین سبجیکٹ کو نظر انداز کر دیا جاتا۔ جب ہم عدل اجتماعی کی بات کرتے ہیں تو اس میں معاشی عدل سرفہرست آتا ہے۔ آج ہر شخص کا ایک ہی شکوہ ہے کہ اُسے ترقی کے مساوی مواقع میسر نہیں ہیں۔ اقربا پروری، میرٹ کی خلاف ورزی، پسند اور ناپسند کا راج ہے، رہی سہی کسر رشوت ستانی نے نکال دی ہے، ایسے حالات میں رزق حلال کمانے کی آرزو کرنے والے شدید اخلاقی، نفسیاتی ہیجان کا شکار ہیں۔ یہ کام ریاست کی ذمہ داری تھی کہ وہ بلا رنگ ونسل ہر شہری کو ترقی اور روزگار کے مساوی مواقع مہیا کرے اور ہر شخص کو کم از کم بنیادی اشیائے ضروریہ باعزت طریقے سے دستیاب ہوں، ہر فرد کی صلاحیت کے مطابق اُسے روزگار کے مواقع میسر ہوں مگر بدقسمتی سے ریاست کے کمزور کردار کے باعث معاشی عدل کا نظام اپنی جگہ نہیں بنا سکا۔

اسلام نے حق معیشت میں برابری کا جو نظریہ پیش کیا ہے اس میں بھی برابری سے مراد ہر شخص کو زندہ رہنے کا حق ہے۔ زندہ رہنے کے لئے روٹی، کپڑا اور مکان بنیادی ضروریات ہیں، کوئی اہل ہے یا نااہل ہے ان بنیادی ضروریات کو پورا کرنا ریاست کی ذمہ داری ہے۔ جب یہ انسانی ذمہ داریاں پوری نہیں ہوتیں تو پھر سوسائٹی میں تشدد اور بگاڑ آتا ہے اور اجتماعی نظم و نسق بری طرح تہہ و بالا ہو جاتا ہے۔ اس موضوع پر تفصیلی معلومات کے لئے شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی کتاب ''اقتصادیات اسلام (تشکیل جدید)'' کا مطالعہ کیا جائے، اس کتاب کے مطالعہ سے بہت سارے اشکالات کا ازالہ ہوگا۔

(چیف ایڈیٹر: نور اللہ صدیقی)

نظام المدارس پاکستان کے زیر اہتمام قومی کانفرنس

مدارسِ دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے

قرونِ اولیٰ میں شخصیت و کردار سازی میں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کا مرکزی کردار تھا

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کا قومی کانفرنس سے علمی و تربیتی خصوصی خطاب

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین......معاون: محبوب حسین

(حصہ اول)

ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ.

’’فرما دیجیے: کیا جو لوگ علم رکھتے ہیں اور جو لوگ علم نہیں رکھتے (سب) برابر ہوسکتے ہیں۔‘‘ (الزمر، ۳۹:۹)

امتِ مسلمہ کے وسیع تر عالمی دائرے کے اندر رہتے ہوئے دینِ اسلام کے تشخص کے بعد ہماری اعتقادی پہچان اور عقیدہ کی جہت سے شناخت ’’اهل السنه والجماعة‘‘ ہے۔ اس کے علاوہ باقی تمام شناختیں اپنی اپنی خصوصیت کے مطابق چھوٹے دائروں میں ہیں۔ ’’اهل السنه والجماعه‘‘ کا عنوان دو الفاظ سے تشکیل پاتا ہے:

۱۔ السنه ۲. الجماعة.

یہ دونوں الفاظ اپنے خاص مفاہیم و مرادات کا تعین اور نشاندہی کرتے ہیں۔ قرآن مجید کی درج ذیل آیتِ کریمہ سے ان الفاظ کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ج وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهِ. (الانعام، ۶:۱۵۳)

’’اور یہ کہ یہی (شریعت) میرا سیدھا راستہ ہے سو تم اس کی پیروی کرو اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلو پھر وہ (راستے) تمہیں اللہ کی راہ سے جدا کر دیں گے۔‘‘

آیتِ مبارکہ میں مذکور ’’صراطی مستقیما‘‘ کے الفاظ سے ’’السنه‘‘ کی اصطلاح کا استنباط ہوتا ہے۔ مفسرین نے ’’صراطی‘‘ کی نسبت ’’صراط اللّٰه‘‘ اور صراطِ سیدنا محمد ﷺ دونوں کی طرف کی ہے۔ پس صراطِ الٰہی اور صراطِ نبوی ﷺ یعنی قرآن و سنت ایک ہی راستہ ہے۔ ’’السنه‘‘ کے مفہوم میں اللہ کا بھیجا ہوا قانون، دستور، طریق اور ہدایت سب شامل ہیں اور ’’صراطی مستقیما‘‘ کے الفاظ قرآن و سنت دونوں کو محیط ہیں۔

صراطی مستقیما کا تذکرہ کرنے کے بعد فرمایا: ’’فَاتَّبِعُوْهُ‘‘ اس کی اتباع کرو۔ گویا راہ متعین کر دیا۔ اس راہ کا تعین ’’اهل السنه والجماعه‘‘ کی اصطلاح میں موجود لفظ ’’السنه‘‘ کے ذریعے ہوتا ہے۔

ہمارے مسلک کے عنوان کا دوسرا لفظ ’’الجماعه‘‘ اجتماعیت کے مفہوم کو سموئے ہوئے ہے۔ اجتماعیت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ ’’اور (دوسرے) راستوں پر نہ چلو۔‘‘

اللہ نے جب اپنا راستہ بتایا تب صیغہ واحد ’’صراطی‘‘ استعمال کیا، یعنی واضح کر دیا کہ سچا، سیدھا اور حق و صداقت کا راستہ ایک ہی ہے، اسی کی طرف چلو اور اسی کی پیروی کرو مگر جب اس راستے کے بارے میں بات کی جس پر چلنے سے طریق السنه سے ہٹ جاؤ گے تو اس کے لیے السبل (راستے) صیغہ جمع استعمال کیا، یعنی وہ راستے بہت سے ہیں۔

☆ (مقام: مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن)، (تاریخ: 17 مارچ 2021ء)

کوئی کھینچ کر دائیں طرف لے جائے گا، کوئی بائیں طرف لے جانے کی کوشش کرے گا، یہ بہت سے راستے ہوں گے مگر ”ولا تتبعوا السبل“ ان پر مت چلو۔ کیوں؟ اس لیے کہ ’’فتفرق بکم عن سبیله“ ان راہوں پر چلو گے تو یہ تمہیں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہ یعنی ’’صراط مستقیم‘‘ سے جدا کردیں گے۔

یہاں دوبارہ تاکیداً ”سبیله“ صیغہ واحد استعمال کیا، یعنی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا دیا ہوا راستہ ایک ہی راستہ ہے۔ اس کے علاوہ باقی جتنے راستے ہیں، وہ تمہیں اس حق و ہدایت کی راہ سے ہٹادیں گے اور اللہ کی راہ سے جدا کردیں گے۔

اللہ رب العزت نے ”صراطی مستقیما“ کی وضاحت سورہ الفاتحہ میں بھی ’’اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ“ کے الفاظ کے ذریعے فرمائی۔ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سیدھی راہ کون سی ہے جس کے ساتھ ہدایت کو مشروط اور مقرون کردیا گیا؟ اس سیدھی راہ کو متشخص اور متعین کرنے کے لیے فرمایا:

”صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ“.

’’اُن لوگوں کا راستہ جن پر تو نے اِنعام فرمایا۔‘‘

سورۃ الفاتحہ میں اللہ کے انعام یافتہ بندوں کی راہ صراطِ مستقیم کو قرار دے کر اللہ رب العزت نے صراطِ مستقیم کے ٹائٹل کو شخصیاتِ مقدسہ کے ساتھ متعین کردیا۔

مدارسِ دینیہ کے قیام کے مقاصد

صراطِ مستقیم اور شخصیاتِ مقدسہ کے اس تعلق کو بیان کرنے کا مقصد مدارسِ دینیہ کے قیام کے اغراض و مقاصد کو واضح کرنا ہے کہ جو لوگ مدارسِ دینیہ سے پیدا ہوں گے، یا پیدا ہوتے ہیں، یا صدیوں سے پیدا ہوتے رہے ہیں اور آئندہ صدیوں میں پیدا ہوتے رہیں گے، انہیں تعلیم و تربیت کا ایک ایسا نظام چاہیے، جو انھیں اُن برگزیدہ و مقدس شخصیات کے دائرے میں لاسکے جنھیں اللہ رب العزت نے ’’صراط المستقیم‘‘ کے متشخص عنوان کے طور پر پیش کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی راہِ ہدایت ایک ہی راہ ہے۔۔۔ اس راہ کی پہچان اللہ کے انعام یافتہ بندوں سے ملے گی۔۔۔ اور یہ بندے علم و عمل اور صالحیت کی حامل ایسی مقدس شخصیات ہوں گی جن پر میرا انعام اترے گا۔۔۔ اور میرے انعام یافتہ یہ بندے ایسے ہوں گے کہ جو ان کی راہ پر چلے گا، وہ بھی ایسے ہوگا جیسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مقررہ کردہ راہ پر چل رہا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس امر کی ہے کہ ہم نظامِ تعلیم و تربیت میں ایسے نصاب، ماحول، تقاضے اور سرگرمیوں کا انتظام و انصرام کریں کہ جس سے ’’اهل السنه والجماعة“ کے ٹائٹل کے مطابق اہل افراد ان جگہوں سے تیار ہوسکیں۔

صراطِ مستقیم کے حامل افراد کی تیاری کے مراکز اور موجودہ صورت حال

اس وقت دنیا میں کوئی مرکز اور مقام ایسا نہیں ہے جہاں سے ان خصوصیات کے حامل ان افراد کو پیدا کیا جاسکے جو اللہ کے انعام یافتہ بندے کہلائیں۔۔۔ جن کے ذریعے صراط مستقیم کا تشخص اور تعین عمل میں آئے۔۔۔ جو صراطِ مستقیم کی پہچان بن سکیں۔۔۔ اور اگر کوئی بھی علم، عمل، فکر، اخلاق، سیرت و کردار، فہم، تفکر و تدبر، تفقہ اور معاملہ میں کسی بھی زمانے اور ماحول کے مطابق صراطِ مستقیم کا عنوان جاننا چاہے تو اسے وہ ان شخصیات کی شکل میں نظر آئے۔

آقا ﷺ نے جب مسجد نبوی ﷺ سے نظامِ تعلیم و تربیت کا آغاز فرمایا تو اس مرکز کے بیک وقت تین پہلو تھے:

۱۔ مسجد ۲۔ مدرسہ ۳۔ خانقاہ

یعنی مسجدِ نبوی ﷺ بیک وقت عبادت گاہ، درسگاہ اور تربیت گاہ تھی۔ مسجدِ نبوی ﷺ اور صفہ چبوترہ دونوں ایک ہی احاطے میں تھے۔ یہاں سے جو لوگ تعلیم و تربیت سے بہرہ یاب ہوکر نکلے وہ صراطِ مستقیم کا عنوان اور پہچان بنے۔

ایسے افراد کی تیاری کیونکر ممکن ہے جو صراطِ مستقیم کی پہچان بن سکیں؟ اس کے لیے ہمیں اس بات کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ تعلیم و تربیت کے میدان میں نظامِ تعلیم کا ایک اہم کردار ہوتا ہے۔ نظامِ تعلیم کے عناصر میں نصاب، ماحول، اساتذہ، طلبہ اور نصابی و ہم نصابی سرگرمیاں شامل ہیں۔ نظامِ

تعلیم کے ان تمام عناصر کا مرکزی نقطہ ’’شخصیت سازی‘‘ ہے کہ کسی نظامِ تعلیم و تربیت سے ہر حوالے سے کامل شخصیت تشکیل پائے۔ مسجد، مدرسہ، خانقاہ، درس گاہ، تربیت گاہ، ان تمام کا مقصود ایک ایسی شخصیت تشکیل دینا ہے جو آج کے زمانے، نسل، معاشرے اور طالبانِ حق و ہدایت کو درکار ہے۔

سوال یہ ہے کہ جو شخصیات ہمیں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ کی صورت میں قائم تعلیم و تربیت کے مراکز سے درکار ہیں، کیا ان اداروں سے وہ شخصیات وجود میں آرہی ہیں یا نہیں؟ اگرچہ سو فیصد نہیں مگر کسی ممکنہ حد تک **صراط مستقیم** اور **الذین انعمت علیھم** کا نمونہ اور پہچان کی حامل ایسی شخصیات اگر ان مراکز سے تشکیل پارہی ہیں تو گویا ہم صحیح سمت کی طرف بڑھ رہے ہیں اور ہمارا فوکس ٹھیک ہے لیکن اگر ان مراکز سے ایسی شخصیات وجود میں نہیں آرہیں جو ان مراکز کے قیام کا مقصد ہے تو اس کا مطلب ہے کہ کہیں کوئی نقص (Fault) ہے جسے ہمیں تلاش کرنا ہے۔

اسلامی نظامِ تعلیم و تربیت میں مسجد، مدرسہ اور خانقاہ نے قرونِ اولیٰ میں شخصیت سازی کے کردار کو بحسن و خوبی انجام دیا مگر آج شخصیت سازی میں یہ ادارے اپنے عملی کردار سے محروم ہوچکے ہیں۔

افسوس! آج کے اس زمانے میں خانقاہیں اپنا عملی کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔ خانقاہیں جس روحانی و اخلاقی تربیت کا ساماں کرتی تھیں، اب وہاں صرف مزارات کی زیارت اور مدفون اولیاء کرام کی ارواحِ مقدسہ سے حصولِ برکت اور حصولِ فیض کا ایک عمل رہ گیا ہے اور وہ بھی اسی صورت میں ہے کہ اگر کسی آدمی کو یہ سمجھ دی گئی ہو اور وہ وہاں سے اکتساب کرسکے۔ یعنی ان روحانی مراکز میں صرف برکات ہیں اور شخصیت سازی کے لیے ان کا کوئی کردار نہیں رہا۔ اس باب کے بند ہونے سے امتِ مسلمہ کا بہت بڑا نقصان ہوا ہے۔

اسی طرح دوسرا بڑا اسلامی مرکز مسجد ہے۔ مسجد میں لوگ آتے ہیں، نماز پڑھتے ہیں، وعظ سنتے ہیں، اپنے فرائض ادا کرتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔ افسوس! یہ مرکز بھی شخصیت سازی کرنے میں ناکام ہوچکا ہے۔

خانقاہ اور مسجد کے بعد تعلیم و تربیت کے لیے اب صرف مدارس کی صورت میں ایک ہی مرکز رہ جاتا ہے، جہاں طلبہ اپنی زندگی کے قیمتی ترین آٹھ سال صَرف کرتے ہیں۔ میں نے خود درسیات میں سولہ سال لگائے ہیں اور متعدد اساتذہ سے متعدد اداروں میں پڑھا ہے، اس لیے مجھے علم ہے کہ مدارس میں طلبہ کتنا وقت صَرف کرتے ہیں۔ یکسوئی سے آٹھ سال صرف کرنے کے باوجود بھی اگر طلبہ وہاں سے ہیرا اور گوہر وجوہر بن کر نہ نکلیں تو پھر سوچنے کا مقام ہے کہ ہم کہاں کھڑے ہیں اور ہم نے کیا کھویا اور کیا پایا۔۔۔؟

میری گفتگو کا مقصد کسی خاص مدارسِ دینیہ، وفاق یا بورڈ کے ساتھ موازنہ، مقابلہ، مسابقہ ہرگز نہیں ہے بلکہ عمومی طور پر مدارسِ دینیہ کے احوال کا جائزہ لینا اور اس نقص کو تلاش کرنا ہے، جس کی وجہ سے ہمارے مدارس معاشرے میں کماحقہٗ کردار ادا کرنے سے قاصر ہیں۔

’’نظام المدارس پاکستان‘‘ کا قیام

ان حالات میں سرزمینِ پاکستان میں اسلامی مدارس کی تاریخ کا ایک نیا باب ’’نظام المدارس پاکستان‘‘ کے ذریعے رقم ہونے جارہا ہے اور ایک نئے دور کا آغاز ہورہا ہے۔ یہ بات ذہن نشین رہے کہ ’’نظام المدارس پاکستان‘‘ کے حصول کے لیے ہم نے کوئی تگ و دو اور کاوش نہیں کی اور نہ ہی کوئی خواہش تھی۔ ہم تو جامعہ اسلامیہ منہاج القرآن کی طرز پر جاری اپنے منہج و اسلوبِ تعلیم و تربیت کو فروغ دینے کے لیے منہاج ایجوکیشن سٹی کے نام سے ’’**مدینۃ العلم**‘‘ یعنی ایک پورا شہرِ علم بسانے میں مصروفِ عمل تھے، جس کا اعلان چھ سال قبل کیا تھا اور اب ہم الحمدللہ اس منزل کے بالکل قریب پہنچ گئے ہیں۔ ہم تو ان خطوط پر اپنے کام کو آگے بڑھانے اور توسیع دینے میں کوشاں تھے کہ یہ ذمہ داری گھر میں بیٹھے بٹھائے ہمارے کندھوں پر آگئی۔

ہم کئی دن سوچتے رہے کہ اس ذمہ داری کو قبول کریں یا نہ کریں؟ اس لیے کہ اس راستے میں آنے والی کئی مشکلات بھی

ہمارے پیشِ نظر تھیں۔ بالآخر اللہ کی توفیق سے یہ فیصلہ ہوا کہ اس ذمہ داری کو حضور ﷺ کے دین کی خدمت کے تناظر میں قبول کیا جائے۔ اس لیے کہ جب ''نظام المدارس'' کے تحت آنے والے طلبہ کی شخصیت و کردار سازی اور علم و عمل میں اضافہ کے لیے کاوشیں کی جائیں گی تو یہی طلبہ کل علماء اور حضور ﷺ کے خلفاء و نائبین بنیں گے اور پھر ان کے ذریعے معاشروں کو رہنمائی ملے گی۔ چنانچہ اس مقصد کی خاطر اس ذمہ داری کو قبول کرلیا گیا۔

یہ امر بھی ذہن میں رہے کہ تمام وفاق خواہ وہ اہلسنت مکتبہ فکر کے ہیں یا دیوبند، سلفی، اہل حدیث، شیعہ اور دیگر وفاق یا بورڈز ہیں، قطعی طور پر ہمارا کسی کے ساتھ کوئی مقابلہ، موازنہ اور مسابقہ نہیں ہے۔ تحریک منہاج القرآن کے تمام رفقاء و کارکنان بھی یہ بات سن لیں کہ دیگر بورڈز کے ساتھ موازنہ، مقابلہ اور مسابقہ کی کسی بات کو اپنے دل و دماغ میں جگہ دینا کلیتاً ممنوع ہے۔ ہم ہمیشہ کی طرح مثبت انداز میں امت، نسلوں اور عوام کو اس ضمن میں بھی کچھ نہ کچھ دینے کی کوشش کررہے ہیں۔

کون کیا کررہا ہے اور کون کیا نہیں کررہا۔۔۔؟ کون کامیاب ہے اور کون ناکام ہے۔۔۔؟ کون ڈیلیور کرسکا ہے اور کون ڈیلیور نہیں کرسکا یا نہیں کررہا۔۔۔؟ ان موضوعات پر جیسے میں نے گزشتہ چالیس سال تک کلام نہیں کیا، اب بھی اس موضوع پر کوئی کلام نہیں کریں گے بلکہ ہم مثبت انداز میں اپنے کام کو جاری رکھیں گے۔

علماء و مشائخ جن سے میرا دیرینہ اور محبت کا رشتہ ہے، ان میں سے کسی کو بھی میں نے فون نہیں کیا کہ آپ اس میں شریک ہوں، اپنی رجسٹریشن کروائیں۔ اس لیے کہ میں چاہتا ہوں کہ میری معروضات کو بڑے احتیاط، انہماک اور توجہ سے سن اور سمجھ لیں، اس کے بعد دین، عقیدہ و مسلک، طلبہ کے اخلاق و سیرت، طلبہ میں تصوف، زہد، ورع، تقویٰ فہم، تفکر اور تدبر کے فروغ، کتاب و سنت کے علوم و فنون میں پختگی اور نئے زمانوں کے فہم و ادراک اور قابلیت و استعداد کے اعتبار سے جسے جہاں بہتری ملے اور جسے ان کی طبیعت زیادہ بہتر سمجھے، وہ فیصلہ کریں۔

ہم کسی دوڑ میں نہیں ہیں بلکہ ہم انسانیت کو کچھ نہ کچھ دینا چاہتے ہیں، ان سے لینا ہمارا مقصود نہیں۔ جو کچھ پہلے ہمارے پاس موجود ہے، وہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خیرات ہے اور اب ''نظام المدارس پاکستان'' کی صورت میں جو نعمت ملی ہے، یہ بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی کی عطا و خیرات ہے۔ ''نظام المدارس پاکستان'' کے تحت اصلاح و تجدید، علمی و فکری وسعت و گہرائی، کردار سازی الغرض جو کچھ ہم سے ہوسکا، ہم کریں گے۔ یہ آقا ﷺ کے دین، آپ ﷺ کی امت اور آپ ﷺ کے علم کی نوکری ہے۔ یہ ائمہ دین و اکابرین کا تسلسل ہے۔ ہم ان اکابرین امت کے چھوٹے ہیں اور ان کی گردِ راہ سے اکتسابِ فیض کرنے والے ہیں اور یہی چیز اگلی نسلوں تک پہنچانا چاہتے ہیں۔ اس لیے ہمارے اس سسٹم میں جو آئے، وہ ہمارے مقاصد کو ذہن میں رکھ کر سوچ سمجھ کر فیصلہ کرکے آئے کہ ہمیں کس مقصد کو حاصل کرنا ہے اور کن مشکل راستوں کو عبور کرکے منزل کو پانا ہے۔

دینِ اسلام میں شخصیات کی اہمیت

''نظام المدارس'' پاکستان کے قیام کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں ان مدارس کو درس گاہ بھی بنانا ہوگا اور تربیت گاہ بھی بنانا ہوگا۔ ان میں مسجدِ نبوی ﷺ اور صفہ دونوں کی خوبیوں اور ان کے انوار و تجلیات کو جمع کرنا ہوگا۔ یہ سب تبھی ممکن ہے کہ اگر یہاں سے وہ شخصیات پیدا ہوسکیں جو درکار ہیں۔

شخصیات کی اہمیت ہی کی بناء پر قرآن مجید میں بھی کئی مقامات پر شخصیت پر فوکس کیا گیا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ. (النحل، ١٦: ٤٤)

''اور (اے نبیِ مکرّم ﷺ!) ہم نے آپ ﷺ کی طرف ذکرِ عظیم (قرآن) نازل فرمایا ہے تاکہ آپ (ﷺ) لوگوں کے لیے وہ (پیغام اور احکام) خوب واضح کر دیں جو ان کی طرف اتارے گئے ہیں اور تاکہ وہ غور و فکر کریں''۔

اس آیت کریمہ کے چار حصے ہیں:

(۱) مخاطب حضور نبی اکرم ﷺ کی ذاتِ مبارکہ ہے۔
(۲) ''الذکر'' سے مراد اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔
(۳) حضور ﷺ کو حکم دیا جارہا ہے کہ وہ لوگوں پر اللہ کا پیغام واضح کریں۔
(۴) نزولِ قرآن کا مقصد تفکر و تدبر ہے۔

اس آیت مبارک میں شخصیت کا ذکر مقدم ہے اور تعلیمات کا ذکر مؤخر یعنی رسول اللہ ﷺ کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ''اِلَیْکَ'' کے ساتھ پہلے کیا اور اپنی کتاب قرآن کا ذکر ''الذکر'' کے لفظ کے ساتھ بعد میں کیا۔ ان الفاظ سے معلوم ہورہا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کسی دور میں کبھی لوگوں کو براہِ راست ہدایات نہیں دیں۔ سنتِ الٰہیہ یہ ہے کہ اس نے تورات، انجیل، زبور، قرآن مجید اور دیگر صحائف کی صورت میں انبیاء و رسل کے ذریعے ہدایات دیں۔ اس نے پہلے شخصیات پیدا کیں اور پھر انہی شخصیات کو اپنے کلام، ذکر، ہدایت اور کتاب کا حامل بنایا۔

ایک قرآنی قاعدہ ہمیشہ ملحوظ رہے کہ قرآن مجید میں جہاں بھی نزولِ قرآن اور نزولِ وحی کا ذکر آئے گا وہاں ہر نبی و رسول کی صورت میں موجود شخصیت کا ذکر مقدم ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس نے شخصیت بھیجی پھر اس شخصیت کو کسی معاشرے میں ایک زمانہ تک رکھا، پھر اس نے ان کے اندر علم، سیرت، تدبر، کردار، اخلاق، حلم، فہم اور دیگر خوبیاں رکھیں اور پھر معاشرہ میں بحیثیتِ انسان ان کی ایک پہچان کروائی اور انہیں ایک باعزت مقام دیا۔ نبی اور رسول ﷺ کی صورت میں اس شخصیت کو اس قدر نکھارنے کے بعد انہیں اعلانِ نبوت کرنے کا حکم دیا اور ان پر اپنی کتاب، اپنا خطاب، اپنا ذکر اور اپنی وحی نازل فرمائی، یعنی شخصیت پر فوکس کیا۔

پھر اس کے بعد فرمایا: ''لتبین للناس مانزل الیهم'' کہ آپ لوگوں کو سمجھائیں جو اُن کی طرف نازل کیا گیا ہے۔

گویا پہلے اللہ کی کتاب کو وصول کرنے میں بھی شخصیت کا کردار ہے، پھر کتاب کی صورت میں اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ ہدایات و احکامات کو واضح کرنے اور سمجھانے میں بھی اسی شخصیت کا کردار ہے۔ نزولِ کتاب سے پہلے بھی شخصیت کا ذکر کیا اور پھر لتبین میں بھی شخصیت کا ذکر ہے۔

نصابِ تعلیم تفکر کی صلاحیت پیدا کرے

شخصیت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا: ''**لعلهم یتفکرون**''، یعنی جب اللہ کا نبی، پیغمبر انہیں سمجھائے تو اس کا مقصد یہ ہے کہ ان میں تفکر پیدا ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید کے نزول کا مقصد یعنی غایتِ قرآنی لوگوں میں تفکر و تدبر پیدا کرنا ہے۔

اللہ کی کتاب ہو، اللہ کے رسول ﷺ کی حدیث و سنت ہو یا علومِ دینیہ کی کوئی کتاب ہو، یہ سب نصاب ہی ہے۔ قرآن بھی نصاب ہے، سنتِ نبویہ ﷺ بھی نصاب ہے اور کتبِ دینیہ بھی نصاب ہیں اور اس نصاب کا مقصد ''لعلهم یتفکرون'' کے مصداق تفکر و تدبر، فہم، ادراک اور معرفت کا حصول ہے۔ تفکر اس وقت تک پیدا نہیں ہوتا جب تک پورے ماحول کے احوال، کائنات، اپنے نفوس اور انسانی تعلقات کا ادراک پیدا نہ ہو۔ تفکر ایک جامع اصطلاح ہے۔ اللہ رب العزت نے تفکر کو اپنی کتاب قرآن مجید کے نزول کا مقصد قرار دیا ہے۔

اس اسلوب میں ہمارے لیے یہ پیغام ہے کہ دینِ اسلام کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے جو بھی نصاب مرتب کیا جائے، وہ نصاب بھی طلبہ میں تفکر و تدبر کی خصوصیت پیدا کرے۔ اس نصاب کے ذریعے ایسی شخصیات پیدا ہوں جو معاشرے تک وضاحت کے ساتھ اصل فہم اور مراد کو پہنچاسکیں۔ ابلاغ ایسا ہو کہ اس زمانے کے لوگوں اور اس پیغام کو پہنچانے والے شخص کے درمیان فہم میں فاصلہ نہ رہے۔ لوگ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ہمارے زمانے کے لوگ نہیں کیونکہ یہ ہمارے طریقے سے نہیں سمجھا رہے۔ یعنی سمجھانے والے اور سمجھنے والے کے درمیان فاصلہ مٹ جائے اور عامۃ الناس انہیں ایک الگ طبقہ اور الگ مخلوق کے طور پر نہ دیکھیں بلکہ یہ انھیں اپنے میں سے نظر آئیں۔

مثلاً: اگر وہ تاجروں، صنعتکاروں، سائنسدانوں، کالج و یونیورسٹی کے طلبہ سے خطاب کررہے ہوں یا معاشرے میں دین کی رغبت رکھنے والے یا نہ رکھنے والے انسانوں سے بات کررہے ہوں، تو ان سے ان کے مطابق ہی بات کریں۔ اس لیے کہ ہر

سطح کی سوچ والے انسان معاشرے میں بستے ہیں۔ جس طرح معاشرے کے صرف شریف لوگ ہی اللہ تعالیٰ کے پیغمبروں کے مخاطب نہیں ہوتے تھے بلکہ اس دور کے بدمعاش لوگ بھی مخاطب ہوتے تھے۔ ابوجہل، ابولہب وغیرہ یہ اپنے زمانے کے غنڈے، بدمعاش، جابر، قاتل اور اپنی جہالت و ضلالت کے اوپر قائم رہنے والے فرعون صفت لوگ تھے۔ یہ سب اللہ کے نبی کے مخاطب تھے۔ عالم چونکہ اللہ کے نبی کا نائب ہوتا ہے، اس لیے اس کے مخاطب بھی ہمیشہ معاشرے کے ہر طرح کے لوگ ہوں گے۔

اپنی بات کو معاشرے کے لوگوں تک پہنچانے والوں کے بارے میں قرآن مجید میں کہیں ''منھم''، فرمایا اور کہیں ''انفسھم'' فرمایا کہ یہ انبیاء ان ہی میں سے ہیں۔ یہ ذکر اس لیے آیا تاکہ افرادِ معاشرہ کو نظر آئے کہ یہ لوگ ہماری جانوں اور ہمارے قبیلے میں سے ہیں۔۔۔ ہمارے خاندانوں اور ہمارے معاشرے میں سے ہیں۔۔۔ وہ ہمیں سمجھتے ہیں اور ہم ان کو سمجھتے ہیں۔۔۔ ہماری بولی، سوچنے کے انداز، اندازِ تخاطب اور معاملات میں فرق نہیں ہے۔۔۔ ہم جدا طبقہ ہیں اور نہ یہ کوئی جدا طبقہ ہے۔۔۔ ہم اور یہ ایک ہی جنس میں سے ہیں اور ہماری طبعی موافقت، معاصرت اور معاشرہ ایک ہے۔ اس اسلوب کو اختیار فرما کر اللہ رب العزت یہ بات سمجھانا چاہتا ہے کہ اس وقت تک خطاب کا ربط نہیں ہوتا اور کوئی چیز منتقل نہیں ہوتی جب تک متکلمین اور مخاطبین میں فاصلہ رہے اور جب تک فاصلہ رہتا ہے تب تک مقصود پورا نہیں ہوتا۔

علماء کی ذمہ داریاں

اللہ رب العزت نے انبیاء کرام علیہم السلام کا تعارف کروایا کہ یہ اس معاشرے کے رہنے والے اور ان ہی میں سے ہیں، اس کے بعد انبیاء کرام علیہم السلام کی ذمہ داریوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا:

يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ،۲: ۱۵۱)

''جو تم پر ہماری آیتیں تلاوت فرماتا ہے اور تمہیں (نفسًا و قلبًا) پاک صاف کرتا ہے اور تمہیں کتاب کی تعلیم دیتا ہے اور حکمت و دانائی سکھاتا ہے اور تمہیں وہ (اسرارِ معرفت و حقیقت) سکھاتا ہے جو تم نہ جانتے تھے۔''

ختمِ نبوت ﷺ کے اعلان کے بعد اللہ نے قیامت تک کسی نبی اور رسول کو نہیں بھیجنا، لہٰذا اب حضور ﷺ کی امت میں علماء نے ان نبوی فرائض کو سرانجام دینا ہے۔ علماء کی ذمہ داریوں میں تلاوتِ قرآن مجید، تزکیہ نفس، تعلیم کتاب و حکمت اور ہر طرح کے علمِ نافع کا ابلاغ ہے۔ لہٰذا یہ چیزیں ان شخصیات میں نظر آنی چاہئیں۔ یعنی ان میں تلاوتِ آیاتِ قرآنیہ کا ذوق بھی ہو اور اس کے انوار و تجلیات اور برکات بھی ان میں دکھائی دیں۔۔۔ تزکیہ نفوس بھی ان میں دکھائی دے۔۔۔ تہذیبِ اخلاق بھی ان میں دکھائی دے۔۔۔ زہد، ورع، تقویٰ اور برتاؤ بھی ان میں دکھائی دے۔۔۔ صرف علم نہیں چاہیے بلکہ علم کے ساتھ حلم بھی پیدا ہو اور حلم تزکیہ ہی کے ذریعے کسی شخصیت میں آتا ہے، یعنی یہ شخصیات نمونۂ عمل بھی بنیں۔

اسی طرح قرآن و سنت کی صورت میں اللہ کے پیغام کی مراد و منشاء اور مفہوم کی تعلیم و تربیت بھی دیں۔ یہ سارے وظائف حضور ﷺ کی نیابت کی وجہ سے علماء کو انجام دینے ہیں۔ پس مدارس اور مراکز سے ایسی شخصیات پیدا کرنے کی ضرورت ہے جن میں ان ساری جہات کے ساتھ کچھ نہ کچھ صلاحیت اور استعداد موجود ہو۔

علماء کتاب و نصاب کا عملی پیکر ہوں

قرآن مجید میں جابجا مقصدِ قرآن اور اس کے ابلاغ کے لیے شخصیات کی اہمیت کو واضح فرمایا گیا ہے۔ سورہ الحدید میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِيْزَانَ. (الحدید،۵۷: ۲۵)

''بے شک ہم نے اپنے رسولوں کو واضح نشانیوں کے ساتھ بھیجا اور ہم نے اُن کے ساتھ کتاب اور میزانِ عدل نازل فرمائی۔''

اس آیت میں بھی اللہ تعالیٰ نے رسولوں کی صورت میں سب سے پہلے شخصیات کو ذکر کیا اور پھر ان کے ساتھ کتاب اور میزان کا ذکر فرمایا۔ گویا کوئی علم، کوئی کتاب، کوئی نصاب

اس وقت تک کام نہیں کرتا جب تک اس کتاب و نصاب کو سنبھالنے والی اور اس کے پیغام کو آگے پہنچانے والی شخصیت؛ اس کتاب، علم اور نصاب کے ساتھ مطابقت نہ رکھے اور اس کتاب و نصاب کی جھلک اس شخصیت میں نظر نہ آئے۔ لہذا اگر مدارس دینیہ اس شخصیت کے علم، حکمت، کلام، الفاظ، عمل، سیرت و کردار اور تدبر میں کتاب و نصاب کی جھلک پیدا نہ کرسکیں تو پھر کوئی مقصد باقی نہیں رہتا۔

آیتِ مبارکہ کے الفاظ ''لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ'' سے اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ اس علم، کتاب اور نصاب کا مقصد یہ ہے کہ لوگوں میں توازن اور اعتدال پیدا کریں۔ لازمی بات ہے کہ جب ان صاحبانِ علم و کتاب کی اپنی گفتگو اور عمل میں توازن، اعتدال اور وسعت ہوگی تو تب ہی یہ معاشرے میں توازن اور اعتدال پیدا کرنے کے قابل ہوں گے۔

گویا مدارس اور مراکزِ تعلیم و تربیت بنانے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان کے ذریعے ایسے رجال پیدا ہوں جو ''رِجَالٌ لَّا تُلْهِيْهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللهِ'' کے مصداق اللہ کے اس نور کے حامل اسے مردانِ خدا ہوں کہ جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ کی یاد سے غافل نہ کرتی ہو، ایسے رجال رجالِ علم بھی ہوں، رجالِ عمل بھی ہوں اور رجالِ حال بھی ہوں، یعنی کامل رجال ہوں۔

(جاری ہے)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری کی بڑی ہمشیرہ محترمہ کا انتقال پُر ملال

گزشتہ ماہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی بڑی ہمشیرہ محترمہ داعیِ اَجل کو لبیک کہتے ہوئے وصال فرما گئی ہیں۔

اِنَّا لِلّٰهِ وَ اِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْن.

مرحومہ کی عمر 76 برس تھی۔ مرحومہ کی نماز جنازہ جھنگ میں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے پڑھائی۔ تحریک منہاج القرآن کے عہدیداروں، کارکنان اور عمائدین شہر کی بڑی تعداد نماز جنازہ میں شریک ہوئی۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے مرحومہ کی مغفرت اور درجات کی بلندی کے لئے خصوصی دعا فرمائی۔

بعد ازاں مرحومہ کے ایصال ثواب کیلئے ''جامع شیخ الاسلام'' لاہور میں قرآن خوانی کی محفل کا اہتمام کیا گیا۔ دعائیہ تقریب میں چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، نائب صدر منہاج القرآن انٹرنیشنل بریگیڈیئر (ر) اقبال احمد خاں، ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، محمد آصف ندیم (مرحومہ کے صاحبزادے)، سمیت نائب ناظمین اعلیٰ، فورمز صدور، ڈائریکٹرز شعبہ جات، سینئر قائدین، عہدیداروں، شعبہ جات کے سٹاف ممبران و کارکنان کی بڑی تعداد نے محفل قرآن خوانی میں شرکت کی۔ چیئرمین سپریم کونسل ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے مرحومہ کی بخشش اور درجات کی بلندی کے لیے خصوصی دعا کروائی۔

دنیا بھر میں قائم منہاج القرآن اسلامک سنٹرز پر مرحومہ کے ایصالِ ثواب کے لیے خصوصی محافل منعقد ہوئیں اور مرحومہ کی بخشش و مغفرت کے لیے خصوصی دعائیں کی گئیں۔ علاوہ ازیں دنیا بھر سے ہر طبقہ فکر کی نمائندہ شخصیات اور منہاج القرآن کی جملہ تنظیمات و کارکنان نے شیخ الاسلام سے ان کی ہمشیرہ کے انتقال پر دلی افسوس اور اظہار تعزیت کیا۔ شیخ الاسلام نے ان تمام احباب کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا:

میری بڑی ہمشیرہ کے اِنتقالِ پُر ملال کی خبر سن کر پوری دنیا سے ہزار ہا کی تعداد میں تعزیتی و دعائیہ پیغامات موصول ہوئے ہیں۔ اللہ تعالی میری ہمشیرہ مرحومہ کے حق میں ان کی دعائیں قبول فرمائے اور ان کے درجات اَعلیٰ علیین میں بلند فرمائے۔ میں تمام تعزیت کرنے والوں کا فرداً فرداً شکریہ ادا کرتا ہوں اور دعا گو ہوں کہ اللہ رب العزت ان تمام اَحباب اور ان کے اَہلِ خانہ کو صحت و تندرستی کے ساتھ اپنے حفظ و امان میں رکھے، انہیں ایمان اور استقامت والی لمبی عمر عطا کرے، ان کے رزق میں کشادگی اور برکت دے اور انہیں ہر نوع کی تکلیف، بیماری اور آزمائش سے محفوظ و مامون رکھے۔ (آمین)

سہ روزہ دورہ علوم الحدیث

فقہاء اور محدثین کا حدیثِ ضعیف سے استدلال

خصوصی خطاب: شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری

نشست سوم حصہ: 5

ترتیب و تدوین: محمد یوسف منہاجین

ائمہ فقہ اور محدثین کا مختلف مسائل پر حدیث ضعیف سے استدلال کتبِ فقہ اور کتبِ حدیث سے ثابت ہے۔ ذیل میں اس حوالے سے چند مثالیں درج کی جارہی ہیں:

ائمہ فقہ کا حدیث ضعیف سے استدلال

چاروں ائمہ فقہ کے ہاں حدیثِ ضعیف کا کیا مقام تھا اور وہ کس طرح اس سے استدلال کرتے رہے ہیں؟ ذیل میں اس کی چند امثال درج کی جارہی ہیں:

۱۔ امام ابو حنیفہؒ

امام اعظم ابو حنیفہؒ نے حدیث ضعیف سے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں درج ذیل ہیں:

(۱) اگر کوئی شخص حالتِ نماز میں اُونچی آواز سے ہنس پڑے تو اس کا حکم یہ ہے کہ اس سے نہ صرف نماز ٹوٹتی ہے بلکہ وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے۔ اِس مسئلہ پر بطورِ دلیل کوئی صحیح یا حسن حدیث نہیں ہے۔ امام اعظمؒ نے اِس مسئلہ کا حدیث ضعیف سے استدلال کیا ہے اور امت چودہ سو سال سے اس پر عامل ہے۔ تمام فقہاء اور محدثینِ احناف کا اس پر عمل ہے۔

امام اعظمؒ نے جس حدیث سے یہ مسئلہ ثابت کیا، اس کے ضعیف ہونے پر محدثین کا اجماع ہے۔

(۲) کھجور کے جوس نبیذُ التمر کے ساتھ وضو کرنے کے مسئلہ پر امام اعظم نے جو حکم عائد کیا، اس کی دلیل بھی حدیث ضعیف سے پیش کی۔ اکثر اصحاب الحدیث کے ہاں وہ حدیث ضعیف ہے، مگر اس کے ضعیف ہونے کے باوجود اِس پر امام اعظمؒ نے حکم عائد کیا ہے۔

(۳) حق مہر کی کم سے کم حد عشرة دراهم (دس درہم) ہے۔ حدیث مبارک ہے:

لا مهر أقلَّ من عشَرةِ دراهِم.

’’دس درہم سے کم مہر نہیں ہے۔‘‘

ائمہ حدیث کا اجماع ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ یہ حدیث حسن یا صحیح طریق سے نہیں آئی مگر مہر کی اس کم سے کم مقدار پر احناف کا اجماع ہے۔ گویا اِس حدیث ضعیف پر عمل کیا جاتا ہے۔

(۴) چوری کی حد کے حوالے سے مسئلہ یہ ہے کہ دس درہم سے کم مالیت کی چوری ہو تو ہاتھ نہیں کاٹا جاتا، اس سے زائد مالیت کی چوری ہو تو قطع ید ہے۔ تیرہ سو سال سے ائمہ، محدثین اور فقہائے احناف کا اس پر عمل ہے، حالانکہ یہ مقدار جس حدیث میں بیان کی گئی ہے وہ حدیث ضعیف ہے اور کسی حسن یا صحیح طریق سے نہیں آئی مگر امام اعظم نے اِس بناء پر حکم ثابت کیا ہے۔

۲۔ امام مالکؒ

حدیث ضعیف سے امام مالک نے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

☆ خطاب نمبر: Ba-127، مقام: جامع المنہاج، بغداد ٹاؤن، مورخہ: 09 اکتوبر 2017ء، ناقل: محمد خلیق عامر

(۱) عیدین کی نماز میں نہ اذان ہوگی اور نہ اقامت ہوگی۔ یہ حدیث صحیحین میں مرفوعاً آئی ہے مگر امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ کا زمانہ امام مالکؒ سے بہت بعد کا ہے۔ امام مالکؒ کے زمانے میں عیدین کی نماز میں اذان اور اقامت کا نہ ہونا کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں تھا۔ امام مالکؒ نے حدیث ضعیف سے دلیل لیتے ہوئے اس مسئلہ پر عمل کیا۔ امام مالکؒ کے ہاں یہ حدیث مرسل تھی اور مرسل ضعیف ہے۔ امام امالکؒ نے جب فتویٰ دیا تو حدیث مرسل کی بنیاد پر دیا۔ بعد میں امام بخاریؒ اور امام مسلمؒ نے اسناد صحیح کے ساتھ تخریج کی اور یہ حدیث بعد کے زمانوں کے لیے متفق علیہ ہوگئی۔ مگر جب امام مالکؒ اِس پر عمل کا حکم دے رہے تھے، اُس وقت انہوں نے حدیث مرسل (ضعیف) پر یہ فیصلہ دیا تھا۔

(۲) اِسی طرح امام مالکؒ نے **مسح علی الخفین** (موزوں پر مسح کرنا) کا فیصلہ بھی حدیث ضعیف پر دیا تھا۔ بعد ازاں امام بخاریؒ، امام مسلمؒ اور دیگر ائمہ کو صحیح اسانید کے ساتھ احادیث ملیں تو اس پر عمل واجب ہوگیا۔ مگر اُن سے قبل جس امام نے فتویٰ دیا، ان کے پاس صحیح یا حسن سند کے ساتھ حدیث نہ تھی، اُنہوں نے ضعیف یا مرسل کو قبول کیا اور یہ اُن کا مذہب تھا۔

۳۔ امام الشافعیؒ

امام شافعیؒ نے حدیث ضعیف سے جس طرح استدلال کیا۔ اس کی امثال درج ذیل ہیں:

(۱) امام شافعیؒ حرمِ کعبہ میں ممنوع وقت میں بھی نماز پڑھنے کو جائز قرار دیتے ہیں حالانکہ یہ وقت ہمارے اوقاتِ مکروہ میں شامل ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ حرمِ کعبہ میں چوبیس گھنٹے نماز پڑھی جارہی ہے۔ امام شافعیؒ نے منع کے وقت میں حرمِ کعبہ میں نماز کے جواز کے حکم کی بنیاد جس حدیث پر رکھی، وہ ضعیف ہے۔ یعنی امام شافعیؒ نے اپنے مذہب میں حدیث ضعیف پر حکم جاری کیا۔

(۲) اِسی طرح اگر کوئی منہ بھر کے قے کر دے تو وضو دوبارہ کرے گا۔ امام شافعیؒ کے ہاں اس مسئلہ کی دلیل بھی حدیث ضعیف ہے اور آپ نے ضعیف حدیث پر یہ فیصلہ دیا۔

۴۔ امام احمد بن حنبلؒ

حدیث ضعیف سے امام احمد بن حنبلؒ نے کس طرح استدلال کیا، اس کی چند مثالیں یہ ہیں:

(۱) امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں اکفاء (کفو) کی حدیث ضعیف ہے مگر اس کے باوجود آپؒ نے اُس پر فیصلہ دیا ہے۔

(۲) حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: **فيمن تُحِلُّ له الصدقة.**

صدقہ سے متعلق یہ حدیث ضعیف ہے، مگر امام احمد بن حنبلؒ نے اُس پر فیصلہ دیا ہے۔

(۳) حدیث مبارک ہے: **لا صلاة لجار المسجد إلا في المسجد.**

''مسجد کے پڑوس میں رہنے والے کی نماز مسجد کے بغیر گھر میں نہیں ہوتی۔''

امام احمد بن حنبلؒ کا یہ حکم حدیث ضعیف کی بنیاد پر قائم ہے اور یہ حدیث اس قدر ضعیف ہے کہ ابن الجوزی کے نزدیک یہ موضوع ہے اور انہوں نے اسے اپنی کتاب ''الموضوعات'' میں بھی درج کیا ہے مگر امام احمد بن حنبلؒ نے یہ ضعیف حدیث قبول کی۔

یہ چند مثالیں بطور نمونہ ہیں وگرنہ اس طرح کی بیسیوں امثال ہیں جو ان ائمہ کرام کی کتبِ فقہ میں موجود ہیں کہ جب اُن کے پاس حدیث صحیح یا حسن نہ تھی تو انہوں حدیث ضعیف پر حکم قائم کیا ہے۔

حدیث ضعیف سے محدثین کا استدلال

ائمہ فقہ کی طرح کبار محدثین نے بھی حدیث ضعیف سے جابجا استدلال کیا ہے۔ ذیل میں صحاح ستہ میں شامل کتب سنن سے اس حوالے سے چند امثال درج کی جارہی ہیں:

ا۔ امام ترمذیؒ کا اخذِ حدیث میں معیار

جامع ترمذی میں تقریباً چودہ احادیث ایسی ہیں کہ جنہیں روایت کرنے کے بعد امام ترمذیؒ نے ان پر ضعیف کا حکم لگایا ہے یا کوئی وجہٴ ضعف بیان کی ہے۔ ان احادیث کو روایت کرنے کے بعد امام ترمذی نے لکھا ہے کہ ائمہ، علماء اور امت

کا عمل اِسی حدیث ضعیف پر ہے۔ جامع الترمذی میں احادیثِ ضعیفہ کی چند امثال ذیل میں درج کی جارہی ہیں:

(۱) جامع ترمذی میں باب ما جاء فی الجمع بین الصلاتین فی الحضر میں حدیث ہے کہ آقا ﷺ نے فرمایا:

من جمع بين الصلاتين من غير عذر فقد أتى باباً من أبواب الكبائر. (ترمذی، السنن، ابواب الصلاة، ۱:۳۵۶، الرقم: ۱۸۸)

’’جس نے بغیر عذر کے دو نمازیں جمع کیں، اُس نے کبیرہ گناہ کیا۔‘‘

امام ترمذیؒ نے حدیث روایت کرنے کے بعد اس کے ضعف کو بیان کیا اور پھر فرمایا:

والعمل على هذا عند أهل العلم.

’’اہلِ علم کا عمل اِسی پر ہے۔‘‘

(۲) جامع ترمذی میں باب ما جاء فی التسبیح فی الرکوع والسجود میں حضرت عبداللہ بن مسعود ﷺ سے مروی حدیث مبارک درج ہے:

إذا ركع أحدكم، فقال في ركوعه: سبحان ربي العظيم.

(ترمذی، السنن، ابواب الصلاة، ۲:۴۶۔۴۷، رقم: ۲۶۱)

’’جب تم میں کوئی رکوع کرے تو رکوع میں کہے: سبحان ربی العظیم۔‘‘

امام ترمذیؒ نے اس روایت کو بیان کرنے کے بعد کہا کہ یہ حدیث ضعیف ہے اور پھر فرمایا:

والعمل على هذا عند أهل العلم.

’’اہل علم کا عمل اِسی پر ہے۔‘‘

(۳) باب ما جاء فی استقبال الإمام إذا خطب میں امام ترمذی نے حدیث روایت کی کہ خطبہ کے دوران سب لوگ امام کی طرف چہرہ کرکے بیٹھیں۔ اس حدیث کو روایت کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ ضعیف ہے اور پھر فرمایا:

والعمل هذا الحديث عند أهل العلم.

’’اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔‘‘

(۴) باب ما جاء في زكاة الخضروات میں حدیث معاذ بن جبل ہے۔ امام ترمذی نے اسے ضعیف قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے:

والعمل على هذا عند أهل العلم.

’’اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔‘‘

(ترمذی، السنن، ابواب الزکوة، ۳:۳۰، الرقم: ۶۳۸)

(۵) عورتوں کا بال منڈوانا مکروہ ہے اور اس کراہت کا ذکر حدیث میں ہے کہ آقا ﷺ نے عورتوں کو حلق کروانے سے منع فرمایا۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور پھر فرمایا:

والعمل على هذا عند أهل العلم۔

اہل علم کا عمل اسی پر ہے۔

(ترمذی، السنن، ابواب الزکوة، ۳: ۲۵۷، الرقم: ۹۱۴۔۹۱۵)

(۶) امام ترمذیؒ نے جامع ترمذی میں ایک حدیث بیان کی کہ جس طرح آزاد خاتون کے لیے تین طلاقیں مغلظہ ہوتی ہیں تو باندی کے لیے دو طلاقیں مغلظہ ہوں گی۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ضعیف قرار دیا اور فرمایا:

والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم.

’’اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔‘‘

(ترمذی، السنن، ابواب الطلاق، ۳:۴۸۸، الرقم: ۱۱۸۲)

(۷) اسی طرح جامع الترمذی میں قطاع، باپ بیٹے کے قتل کے مسئلہ، اخلاقی مسائل کی سزاؤں، حدود، ذبح اور میراث کے مسائل میں کئی ایسی احادیث ہیں جو امام ترمذیؒ نے روایت کیں اور فرمایا کہ یہ ضعیف ہیں اور ہر ایک پر حکم لگانے کے بعد کہا:

والعمل على هذا الحديث عند أهل العلم.

’’اہلِ علم کا عمل اسی پر ہے۔‘‘

مذکورہ بالا تمام امثال سے معلوم ہوا کہ کسی حدیث کے حدیث ضعیف ہونے کے باوجود اُس پر شرعی حکم قائم کرنا اور اُس پر عمل کرنا محدثین کا وتیرہ رہا ہے۔ امام ترمذیؒ؛ امامِ فقہ تو نہیں ہیں بلکہ امامِ حدیث ہیں اور جب وہ عند أهل العلم کہتے ہیں تو اِس کا مطلب ہے کل اہلِ علم، ائمہ، محدثین اور فقہاء جو اس زمانے میں موجود تھے، سب کا عمل اِس پر تھا۔

اخذِ حدیث میں امام ترمذیؒ کے درجات

امام ترمذیؒ نے احادیث کے اندراج کے وقت درج ذیل چار درجات کی احادیث اپنی سنن میں بیان کی ہیں:

١. مقطوع بصحته

وہ احادیث جن کی صحت قطعی طور پر ثابت ہے۔ جیسے صحیح بخاری و صحیح مسلم کی احادیث۔ امام ترمذی نے اِن احادیث کو بھی سنن میں روایت کیا ہے۔

٢. صحيح على شرط أبي داؤد والنسائي

وہ احادیث جو امام ابو داؤد اور امام نسائی کی شرط پر صحیح ہیں، امام ترمذی نے انہیں بھی سنن میں شامل کیا ہے۔

٣. وهو أبان عن علته

احادیث ضعیفہ کو بیان کرنے کے بعد ان کی علت، ضعف اور سبب بھی بیان کر دیا کہ اس حدیث کو کیوں بیان کیا ہے۔

٤. ما أخرجت في كتابي هذا الا حديثا عمل به بعض الفقهاء.

(الذہبی، تذکرة الحفاظ، ٢: ٦٣٥)

اگر کوئی حدیث ضعیف ہے تو امام ترمذی نے اِس وجہ سے اسے اپنی کتاب میں روایت کیا ہے کہ ائمہ فقہ نے اُسے قبول کیا ہے اور اُس پر عمل کیا ہے۔

کسی حدیث ضعیف پر فقہاء کا عمل اس حدیث کو صحیح کا درجہ عطا کر دیتا ہے

یاد رکھیں! اگر کوئی حدیث ضعیف ہو مگر اسے ائمہ امت قبول کر لیں تو وہ حدیث؛ ضعیف نہیں رہتی بلکہ صحیح ہو جاتی ہے۔ یعنی اہلِ علم کے عمل سے وہ حدیث درجہ ضعیف سے نکل کر درجہ صحیح میں چلی جاتی ہے۔

ان احادیث ضعیفہ کو قبول کرنے کی دو وجوہات ہیں:

١۔ اسناداً وہ حدیث ضعیف تھی مگر متناً وہ حدیث صحیح تھی اِس لیے فقہاء اور اہلِ علم نے اسے قبول کیا۔

٢۔ دوسرا سبب یہ تھا کہ حدیث اسناداً ضعیف تھی اور اُس باب میں اُس سے اقویٰ صحت کے ساتھ حدیث صحیح یا حسن دستیاب نہیں تو اب کسی مسئلہ شریعت کا حل دینے کے لیے اسے قبول کیا جائے گا۔ اس لیے کہ اگر کسی مسئلہ پر حدیث حسن یا حدیث صحیح میسر نہیں تو عمل کیسے ہوگا؟ لہذا امام ترمذی فرماتے ہیں کہ اس صورت میں حدیث ضعیف کو لے لیں اور اس کی سند یہ ہے کہ جب فقہاء نے اس حدیث کو قبول کر لیا تو اب وہ حدیث صحیح ہوگئی۔

علوم الحدیث اور مصطلحات پر گہری نظر نہ رکھنے والا شخص اگر یہ کہے کہ حدیث تو اسناداً ضعیف تھی، فقہاء کے اس پر عمل کرنے سے وہ صحیح کیسے بن گئی؟ اس سوال کے جواب کے لیے اس امر پر غور کریں کہ اُس حدیث کو ضعیف کس نے کہا تھا؟ کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ یہ ضعیف ہے؟ کیا صحابہ کرامؓ یا تابعینؒ نے روایت کرتے ہوئے بتایا تھا کہ یہ ضعیف ہے؟

لازمی بات ہے کہ صحابہؓ اور تابعینؒ نے تو یہ احادیث بیان کر دیں، انہوں نے اس پر صحیح، حسن یا ضعیف کا حکم تو نہیں لگایا۔ ان پر یہ حکم لگانے والے جرح وتعدیل کے امام تھے اور اُنہوں نے جرح وتعدیل کی اور کسی راوی میں حفظ، اتقان یا کوئی اور نقص دیکھا تو سند پر ضعف کا حکم لگایا۔

علماء یہ بات ذہن نشین کر لیں کہ ان ائمہ کا کسی حدیث پر ضعیف ہونے کا حکم لگانا؛ حکمِ اجتہادی ہے۔ حدیث کا عالم اپنے اجتہاد، محنت، مطالعہ اور اسماء الرجال اور احوال رواۃ کی تحقیق کر کے حکم لگاتا ہے کہ اِس کے اندر یہ ضعف اور کمزوری ہے۔ بتانا یہ مقصود ہے کہ جب ضعیف ہونے کا حکم علماء نے لگایا تھا تو اب اِسے قبول کر کے صحیح بنانے کا حکم بھی تو فقہاء نے لگایا ہے۔ جس دلیل سے ضعف کا حکم تھا، اب اُس درجہ یا اُس سے زیادہ قوی درجہ کی دلیل سے اِس حدیث کی قبولیت اور صحت کا حکم آ گیا۔ پس جب فقہاء اور ائمہ کسی حدیث ضعیف کو قبول کر لیں تو یہ ایک ایسا تلقی بالقبول اور عند العلماء ایسا عمل ہے کہ اصولاً وہ حدیث ارتقاء اور ترقی کر کے درجہ حسن اور صحیح میں چلی جاتی ہے۔

(جاری ہے) ❁❁❁❁❁❁

الفقہ:

زکوٰۃ کی اہمیت و مقاصد

زکوٰۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد تزکیہ نفس اور تقویٰ اختیار کرنا ہے

معاشرے کی فلاح و بہبود کیلئے دولت کے بہاؤ کا رخ دولت مندوں سے غریبوں کی طرف موڑنے کیلئے اسلام نے زکوٰۃ کا مستقل نظام قائم کیا

مفتی عبدالقیوم خان ہزاروی

آپ دنیا کی کسی تحریک کو دیکھ لیں، کسی مذہب کا مطالعہ کرلیں، روٹی کا مسئلہ کسی نے نہ نظر انداز کیا، نہ کیا جاسکتا ہے۔ اس لئے غریبوں، بیواؤں، یتیموں اور معذوروں کی مدد کرنے کا حکم ہر جگہ ہر ایک نے دیا اور دے رہے ہیں مگر جس انداز سے اس مسئلہ کو اسلام نے لیا ہے اور جس حکمت سے اسے حل کیا ہے وہ اسی کا خاصہ ہے۔ عام طور پر دوسروں کی مدد، ایک اخلاقی ہدایت تک محدود رکھی گئی ہے کہ کرنا چاہئے اچھی بات ہے مگر یہ اسلام کا امتیاز ہے کہ اس نے جو نظامِ حیات دیا اس میں نماز جیسی اہم ترین عبادت کے بعد زکوٰۃ کی صورت میں اس مسئلہ کو حل کردیا۔

زکوٰۃ کے مقاصد

زکوٰۃ ادا کرنے کے چند مقاصد اور آداب ہیں جو ملحوظ خاطر رہنے چاہئیں اور اگر ان آداب کا خیال نہ رکھا جائے تو زکوٰۃ کی ادائیگی مشکوک بن جاتی ہے۔

۱۔ تزکیہ نفس: زکوٰۃ کا حقیقی اور بنیادی مقصد یہ ہے کہ زکوٰۃ دہندہ کا دل دنیا کی حرص و ہوا سے پاک ہوجائے اور تقویٰ کے کاموں کے لئے تیار رہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى. الَّذِيْ يُؤْتِيْ مَالَهٗ يَتَزَكّٰى.

”اور اس (آگ) سے اس بڑے پرہیز گار شخص کو بچا لیا جائے گا۔ جو اپنا مال (اللہ کی راہ میں) دیتا ہے کہ (اپنے جان و مال کی) پاکیزگی حاصل کرے“۔(الیل:۱۷۔۱۸)

حضور ﷺ کو مخاطب کرکے بھی فرمایا:

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا.

”آپ ان کے اموال میں سے صدقہ (زکوٰۃ) وصول کیجیے کہ آپ اس (صدقہ) کے باعث انہیں (گناہوں سے) پاک فرمادیں“۔ (التوبہ:۱۰۳)

ان آیات میں زکوٰۃ کا مقصد دل کی پاکی اور نفس کے تزکیہ کو کیا جارہا ہے۔ حضور ﷺ نے فرمایا:

حب الدنيا راس كل خطيئة. (مشكوة. كتاب الرقائق)

”دنیا کی محبت ہر برائی کی جڑ ہے“۔

آپ ﷺ نے مال کو امت کے حق میں سب سے بڑا فتنہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: **فتنة امتي المال. (ترمذي)**

”(دنیا) کا مال میری امت کا فتنہ ہے“۔

۲۔ رضائے الٰہی: زکوٰۃ کا دوسرا مقصد اللہ کی رضا کا حصول ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا.

”ہم تم کو صرف اللہ کی رضا کے لئے کھلاتے ہیں، نہ تم سے کسی بدلہ کے خواہاں ہیں، نہ شکریہ کے“۔ (الدھر:۹)

زکوٰۃ ادا کرنے سے رب کی خوشنودی حاصل ہوتی ہے لہذا کسی اور مقصد کو رضا الٰہی پر فوقیت نہیں ہونی چاہئے۔ لینے والا اپنا حق لے رہا ہے۔ دینے والا اپنا فرض ادا کررہا ہے۔ لینے والا سوائے پروردگار کے کسی کا احسان نہیں اٹھائے گا اور دینے والا سوائے رضائے مولیٰ کے کسی صلہ و ستائش کا طالب نہیں ہوگا۔

اسلام کا نظامِ معاش

اسلام ایسا نظامِ معاش قائم کرتا ہے جس سے قومی سرمایہ

اوپر اوپر ہی نہ گھومتا رہے۔ ارشاد رب العزت ہے کہ

كَيْ لَا يَكُوْنَ دُوْلَةًۢ بَيْنَ الْاَغْنِيَآءِ مِنْكُمْ.

’’تاکہ (سارا مال صرف) تمہارے مالداروں کے درمیان ہی نہ گردش کرتا رہے (بلکہ معاشرے کے تمام طبقات میں گردش کرے)‘‘۔ (الحشر، ۵۹:۷)

کیونکہ قومی سرمائے کی حیثیت تمام لوگوں کے لئے ایسی ہی ہے جیسے جسم کے لئے خون۔ اگر خون بعض حصوں کو پہنچے اور بعض محروم رہ جائیں تو وہ مفلوج ہوجائیں گے۔ یونہی قومی دولت اگر اوپر ہی اوپر چند طبقات میں گردش کرتی رہی تو قوم کی اکثریت عضوِ معطل ہوکر رہ جائے گی۔ جس طرح جسم کا مفلوج حصہ اچھا نہیں ہوتا اور جسم پر بوجھ بن جاتا ہے، اسی طرح جب عوام پر قومی سرمایہ خرچ نہ ہوگا تو یہ بے زبان اکثریت معاشرے کے لئے وبال جان بن جائے گی۔ لہٰذا معاشرے کی خیریت اسی میں ہے کہ قومی دولت کی تقسیم مساویانہ طور پر کی جائے تاکہ معاشرے کے ہر فرد کو اس کی ضروریات بہم پہنچتی رہیں اور یہ خوبصورت دنیا کسی کے لئے جنت اور کسی کے لئے جہنم زار نہ بن جائے۔

کسی مشین کے صحیح کام کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ہر پرزہ صحیح ہو، اس کی سیٹنگ صحیح ہو۔ اور ہر وقت اس پر نظر رکھی جائے اس کی دیکھ بھال سے غفلت نہ کی جائے۔ لیکن ناکارہ ہونے کے لئے تمام پرزوں کا ناکارہ ہونا ضروری نہیں۔ بظاہر معمولی خرابی بھی اسے فیل کرسکتی ہے۔ اسلامی نظامِ حیات کو سوچ سمجھ کر جرأت مندی کے ساتھ مکمل طور پر نافذ کردیا جائے تو دنیا موجودہ ظالمانہ شکنجوں سے آزاد ہوسکتی ہے۔

یاد رہے کہ زکوٰۃ کے نظام کو منظّم کیا جائے۔ اربوں روپیہ جو زکوٰۃ کی مد میں حکومت وصول کرتی ہے اسے صرف اس محکمہ کے افسران اور زکوٰۃ چیئرمینوں کی عیاشیوں پر خرچ نہ کیا جائے بلکہ فوری طور پر کفالتِ عامہ کا اسلامی نظام نافذ کیا جائے۔

حکومت ہر فرد کی بنیادی ضروریات، روٹی، لباس، رہائش، علاج اور تعلیم کی ضرورت پوری کرنے کی ذمہ داری اٹھائے اور زکوٰۃ میں ہونے والی لوٹ کھسوٹ کو ختم کرے۔ اس فنڈ سے رفاہی ادارے قائم کرے، جن میں سرفہرست بیت المال کو منظّم کرنا ہے۔ بھیک مانگنے کو حکماً بند کردیا جائے۔ اوقاف سے حاصل ہونے والی کروڑوں روپے کی آمدنی اور زکوٰۃ کے نام پر جمع ہونے والی اربوں روپے کی دولت سے غربت کے خاتمے کی مفید و مستقل راہیں تلاش کرے۔ کمی وسائل کی نہیں بلکہ حسنِ تدبیر، خلوص اور ایمان واحساس کی کمی ہے۔ آمدنی کے ان ذرائع کو مزید ترقی دی جاسکتی ہے۔ جس بھوک و افلاس کو اس ملک کا مقدر بنالیا گیا ہے، جس پسماندگی کو ہماری لازمی صفت بنالیا گیا ہے، وہ بھوک وہ افلاس اور پسماندگی ہرگز ہمارا مقدر نہیں بلکہ ظالمانہ، سرمایہ داری و جاگیرداری کے شیطانی سامراجی نظام نے اپنی نحوست کا سیاہ داغ ہماری پیشانی پر چسپاں کررکھا ہے۔

ہم اس ملک میں اسلامی نظام عشر و زکوٰۃ صحیح و مکمل طور پر نافذ کرکے سود، جوا، شراب اور بے حیائی و فحاشی و منشیات کے خاتمہ سے حقیقی اسلامی انقلاب لاسکتے ہیں۔ ایک ایسا معاشرہ جس میں کوئی کسی کے آگے دست سوال دراز نہ کرے۔ ہر شخص کو عزت و وقار کی پرسکون زندگی میسر آئے۔ محبت و اخوت کی فراوانی ہو، نفرت و کدورت، بغض و حسد کا خاتمہ ہو، ہر شخص اپنے مفاد کے بجائے دوسروں کا بھلا چاہے۔ امن ہو، سکون ہو، محبت ہو۔

زکوٰۃ کی عدم ادائیگی پر قرآنی وعید

جو صاحب ثروت اور صاحب استطاعت لوگ زکوٰۃ کی ادائیگی کے احکامات کو پسِ پشت رکھتے ہیں اور حکم عدولی کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے خلاف سخت عذاب کی وعید سنائی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَبَشِّرْهُمْ بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ.

(التوبہ، ۹:۳۴)

’’اے ایمان والو! بے شک (اہلِ کتاب کے) اکثر علماء اور درویش، لوگوں کے مال ناحق (طریقے سے) کھاتے ہیں اور اللہ کی راہ سے روکتے ہیں (یعنی لوگوں کے مال سے اپنی تجوریاں بھرتے ہیں اور دینِ حق کی تقویت و

اشاعت پر خرچ کیے جانے سے روکتے ہیں)، اور جو لوگ سونا اور چاندی کا ذخیرہ کرتے ہیں اور اسے اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے تو انہیں دردناک عذاب کی خبر سنا دیں‘‘۔

اسی طرح دوسرے مقام پر اللہ تعالیٰ نے عدمِ ادائیگی زکوٰۃ پر لوگوں کو روزِ محشر ان کے اموال کے ساتھ سخت حشر کرنے کی وعید بھی بیان کی:

يَّوۡمَ يُحۡمٰى عَلَيۡهَا فِىۡ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكۡوٰى بِهَا جِبَاهُهُمۡ وَجُنُوۡبُهُمۡ وَظُهُوۡرُهُمۡ هٰذَا مَا كَنَزۡتُمۡ لِاَنۡفُسِكُمۡ فَذُوۡقُوۡا مَا كُنۡتُمۡ تَكۡنِزُوۡنَ. (التوبہ، ۹:۳۵)

’’جس دن اس (سونے، چاندی اور مال) پر دوزخ کی آگ میں تاپ دی جائے گی پھر اس (تپے ہوئے مال) سے ان کی پیشانیاں اور ان کے پہلو اور ان کی پیٹھیں داغی جائیں گی، (اور ان سے کہا جائے گا) کہ یہ وہی (مال) ہے جو تم نے اپنی جانوں (کے مفاد) کے لیے جمع کیا تھا سو تم (اس مال کا) مزہ چکھو جسے تم جمع کرتے رہے تھے‘‘۔

جو لوگ مال و دولت اکٹھا کرتے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

اَلۡهٰكُمُ التَّكَاثُرُ حَتّٰى زُرۡتُمُ الۡمَقَابِرَ.

’’تمہیں کثرتِ مال کی ہوس اور فخر نے (آخرت سے) غافل کر دیا یہاں تک کہ تم قبروں میں جا پہنچے‘‘۔ (التکاثر:۱۔۲)

انسان فطرتاً بڑا حریص اور مادیت پرست ہے۔ وہ مال و دولت اور جاہ و منصب سے محبت اور دنیا کی حرص و طمع اس کی فطرت ثانیہ بن چکی ہے۔ ہابیل نے قابیل کا قتل بھی خواہشِ نفس کی تسکین کے لئے کیا تھا۔ کثرتِ مال کی وجہ سے یہی لوگ اپنا حقیقی مقصد بھول جاتے ہیں اور اس مال میں سے اپنا حصہ غریبوں اور یتیموں پر خرچ نہیں کرتے تو اس کثرتِ مال کی محبت نے انہیں قبروں تک جا پہنچایا جس پر وہ نازاں و خراماں تھے۔

ادائیگی زکوٰۃ، مال کی پاکیزگی کا سبب

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اس شخص کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کردی؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ أَدَّى زَكَاةَ مَالِهِ فَقَدْ ذَهَبَ عَنْهُ شَرُّهُ.

(اخرجہ ابن خزیمۃ فی الصحیح، ۴/۱۳، الرقم: ۲۲۵۸)

’’جس نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی، اس مال کا شر اس سے جاتا رہا‘‘۔

معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے ضروری ہے کہ دولت کے بہاؤ کا رخ دولت مندوں سے غریبوں کی طرف ہو اور اس کا مستقل انتظام زکوٰۃ کی صورت میں ہی ممکن ہے۔ زکوٰۃ کی برکت سے امیروں کی دولت غریبوں کی طرف منتقل ہوتی ہے۔ اگر معیشت کو اسلام کے نظامِ زکوٰۃ کے ذریعے معاشرے کی کماحقہ بنیادوں پر استوار کیا جائے اور نظامِ زکوٰۃ کے عمل کو اوپر سے نچلی سطح تک منظم، مربوط اور مستحکم کیا جائے تو اسلام کے اس روشن اصول کے ذریعے معاشرے سے تنگدستی اور غربت کے اندھیروں کو ختم کیا جاسکتا ہے۔

آج کے دور میں ضرورت اس امر کی ہے کہ نظامِ زکوٰۃ کو منظم و مربوط طریق سے فعال کیا جائے تاکہ اس کے فوائد و ثمرات سے حقدار لوگ صحیح معنوں میں مستفید ہوسکیں۔ کسی ایک فرد کو یا بہت سارے افراد میں مال زکوٰۃ کی تقسیم سے زکوٰۃ کی ادائیگی تو ہوجاتی ہے مگر غربت اور مفلسی کا مرض اپنی جگہ پر قائم رہتا ہے۔ ایک سال میں چند ہزار روپے کسی کو دے کر یہ سمجھ لینا کہ اس کے لئے ضروریاتِ زندگی کا سامان ہوگیا، آج کے دور میں یہ ناممکن ہے۔ وقتی طور پر اس کی حاجت ضرور پوری ہوجاتی ہے لیکن وہ مفلسی اور غربت سے ہمیشہ کے لئے تب نجات حاصل کرے گا جب تک اسے ایک مستقل ذریعہ معاش نہ مہیا کیا جائے۔

تحریک منہاج القرآن یہی عزم مصمم لئے ہوئے حقیقی طور پر رفاہی اور فلاحی منصوبوں پر کام کررہی ہے۔ منہاج ویلفیئر فاؤنڈیشن تعلیم، علاج، فلاحِ عام کا نعرہ لئے ہوئے آج حقیقی معنوں میں معاشرے کی فلاح و بہبود کے لئے سرگرم عمل ہے۔ لہٰذا صاحب استطاعت لوگ اپنی زکوٰۃ، عطیات، صدقات اور خیرات MWF کو عطیہ کریں تاکہ معاشرے کے مستحق اور

آخری عشرہ رمضان المبارک کی فضیلت

رمضان المبارک کے تین عشرے ہیں، تینوں کی الگ الگ فضیلت ہے

رسول اکرم ﷺ آخری عشرے میں پہلے دونوں عشروں سے زیادہ عبادت و ریاضت میں مشغول ہوتے تھے

ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی الازہری

اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت، بخشش اور لطف وکرم کے دروازے اگرچہ ہر وقت ہر خاص و عام اور نیک و بد کے لیے کھلے رہتے ہیں مگر اس کریم رب نے اپنے حبیب ﷺ کی امت کو اپنی رحمت کے لامحدود خزانوں سے نوازنے کے لئے جیسے اسلامی کیلینڈر کے بعض مہینوں، دنوں اور راتوں کو خاص فضیلتوں سے نوازا ہے اسی طرح دن رات میں بعض لمحات کو باقی دیگر اوقات پر خصوصی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جب ہم ماہ رمضان المبارک کو اس تناظر میں دیکھتے ہیں تو ہمیں اس کے ہر ہر لمحے میں رحمتوں کی برسات ایک منفرد شان کے ساتھ پیاسوں کو ڈھونڈتی اور سیراب کرتی نظر آتی ہے۔ چونکہ یہ مہینہ برکتوں کا ایک بحرِ بیکراں ہے، انعامات و سعادت کا کبھی خشک نہ ہونے والا سرچشمہ ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ عطائے ربانی کا مظہر ہے، اس لئے اس کی عظمتوں سے کماحقہ آگاہ ہو کر اس کی برکات سے بڑھ چڑھ کر مستفید ہونے کی ترغیب دی گئی ہے اور اس کے استقبال کے آداب سکھائے گئے ہیں۔ یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ ناواقف و غافل اس کی برکات سے محروم نہ رہے اور رمضان کے احترام کے صدقے اس کا بیڑا پار ہوجائے۔

رمضان المبارک کے آخری عشرہ کے دن رات مسلمانوں کے لئے خصوصی جہد و جہد، اعمال صالحہ اور توجہ و انہماک کے دن ہیں۔ بیس روز گزر جانے کے بعد ماہ رمضان المبارک پا بہ رکاب مہمان کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے، تب ہر گزرتا ہوا لمحہ اس کی روانگی اور فرقت کی اطلاع دے کر اداسیاں بکھیرنا شروع کردیتا ہے۔

پیشِ نظر مضمون میں رمضان المبارک کے آخری عشرے کے حوالے سے درج ذیل امور پر انتہائی اختصار سے روشنی ڈالی جائے گی۔

دوزخ سے آزادی کا عشرہ

احادیث و آثار میں رمضان شریف کے بہت فضائل اور برکات مذکور ہیں۔ احادیث کے مطابق رمضان کے تین عشرے تین مختلف خصوصیات کے حامل ہیں اور ہر ایک عشرے پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کا خصوصی رنگ غالب ہے جیسا کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا:

رَمَضَانَ أَوَّلُه رحمةٌ، وأوسطُهُ مغفرةٌ، وآخرُهُ عِتقٌ منَ النَّارِ. (صحیح ابن خزیمہ، حدیث نمبر: ۱۷۸۰)

''رمضان کا پہلا عشرہ رحمت، دوسرا عشرہ مغفرت اور تیسرا عشرہ دوزخ سے آزادی کا ہے۔''

آخری عشرہ میں کثرتِ عبادت کا نبوی معمول

نبی مکرم ﷺ کے شب و روز یوں تو سارا سال اللہ تعالیٰ کے ذکر وفکر اور اس کی عبادت میں گزرتے تھے۔ راتوں میں جب ساری دنیا غفلت کی نیند سو رہی ہوتی تھی تب رسول

اکرم ﷺ اپنے رب کی عبادت میں مشغول ہوتے، تہجد کے نوافل میں سورۂ بقرہ، آل عمران اور سورۂ نساء کی ٹھہر ٹھہر کر اس محویت کے ساتھ تلاوت فرماتے کہ قدمین شریفین میں ورم ہوجاتا، کبھی خون رسنے لگتا مگر اس تکلیف کی طرف آپ ﷺ کی توجہ مبذول ہی نہ ہوتی تھی۔ یہ تو عام راتوں کا حال ہے جبکہ رمضان المبارک کے پہلے، دوسرے اور تیسرے عشرے میں نبی کریم ﷺ کے ذوقِ عبادت و ریاضت میں محبوبیت کے مقام پر فائز ہوتے ہوئے بھی کئی گنا اضافہ ہوجاتا تھا۔ آخری عشرہ میں نبی اکرم ﷺ کی عبادت و ریاضت کے متعلق صحیح مسلم کی روایت ہے:

کَانَ یَجْتَهِدُ فِی الْعَشْرِ الْاٰخِیْرِ مَالَا یَجْتَهِدُ فِی غَیْرِهٖ. (صحیح مسلم، حدیث نمبر:۱۱۷۵)

’’رسول اکرم ﷺ (رمضان کے) آخری عشرہ میں اتنی کوشش کیا کرتے تھے جتنی دوسرے دنوں میں نہیں کرتے تھے۔‘‘

رسول اکرم ﷺ رمضان المبارک کی آخری عشرے میں پہلے دونوں عشروں سے بھی زیادہ پرشوق، تازہ دم اور سرگرم عمل ہو جایا کرتے تھے۔ اس عشرے میں خوب ذوق و شوق سے عبادت و ریاضت، شب بیداری اور ذکروفکر فرماتے اور آپ ﷺ کی عبادت کے اعمال و اشغال میں نمایاں اضافہ ہوجاتا تھا۔

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اس کیفیت کو یوں بیان فرمایا ہے:

کَانَ اِذَا دَخَلَ الْعَشَرُ الْاٰخِیْرُ شَدَّ مِنْزَرَه وَاَحْیَا لَیْلَه وَاَیْقَظَ اَهْلَه.

’’جب (رمضان کا) آخری عشرہ شروع ہوتا تو آپ ﷺ (عبادت و ریاضت میں) کمر بستہ ہو جاتے تھے، ساری رات خود بھی جاگتے اور اپنے گھر والوں کو بھی جگاتے تھے۔‘‘

اعتکاف

نبی کریم ﷺ کا مبارک معمول تھا کہ آپ اہتمام سے آخری عشرہ کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ اس حوالے سے ام المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں:

کانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ مِن رَمَضَانَ، حتَّی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ، ثُمَّ اعْتَکَفَ أَزْوَاجُهُ مِن بَعْدِهِ. (متفق علیہ)

حضور نبی اکرم ﷺ تادم وصال رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے پھر ان کے بعد ان کی ازواج مطہرات نے بھی اعتکاف کیا۔

بندہ مومن اعتکاف کے دنوں میں ساری دنیا سے رخ موڑ کر اللہ کے گھر میں اپنے رب کی طرف متوجہ ہوکر بیٹھ جاتا ہے، اس کے شب و روز ذکروفکر، نوافل اور تلاوتِ قرآن میں گذرتے ہیں، اس موقع پر اس کا سونا بھی عبادت میں شمار ہوتا ہے۔

شب قدر

شب قدر ایک عظیم و بے مثال رات ہے جو فقط امت محمدیہ کو عطا کی گئی ہے۔ لیلۃ القدر کا معنی ہے قدر و منزلت والی رات۔ اس کا ایک اور معنی یہ ہے کہ جو بھی اس رات میں بیدار ہوکر عبادت کرے گا، اپنے رب کی بارگاہ میں قدروشان والا ہوجائے گا۔ قدر کا معنی تنگی بھی کیا گیا ہے، یعنی اس کی تعیین کا علم مخفی رکھا گیا ہے۔ اس رات کی قدر ومنزلت کو اللہ رب العزت نے قرآنِ کریم میں یوں بیان فرمایا ہے:

إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ.

’’بیشک ہم نے اس (قرآن) کو شبِ قدر میں اتارا ہے۔اور آپ کیا سمجھے ہیں (کہ) شبِ قدر کیا ہے؟ شبِ قدر (فضیلت و برکت اور اَجر و ثواب میں) ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔اس (رات) میں فرشتے اور روح الامین (جبرائیل) اپنے رب کے حکم سے (خیر و برکت کے) ہر امر کے ساتھ اترتے ہیں۔ یہ (رات) طلوعِ فجر تک (سراسر) سلامتی ہے۔

شب قدر میں قیام (عبادت وریاضت) کی فضیلت میں نبی کریم ﷺ سے کئی احادیث مبارکہ مروی ہیں جیسا کہ ارشاد ہے:

مَن قَامَ لَیلۃَ القَدرِ إِیمانًا واحتِسابًا، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِن ذنبِهِ. (متفق علیه)

جس نے بھی لیلۃ القدر میں ایمان اوراجروثواب کی نیت سے قیام کیا، اس کے (لیلۃ القدر کے قیام سے) پہلے جتنے گناہ

تھے سب معاف کردیے جاتے ہیں۔

مذکورہ بالا حدیث میں ایک مسلمان کے لیے اس رات کی عبادت کرنے میں ترغیب ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے اس کی عبادت کرے۔ اسی لیے نبی ﷺ بھی خصوصی طور پر اس رات کو بہت زیادہ تلاش کیا کرتے تھے اور خیروبھلائی میں سبقت لے جانے کی عملی ترغیب دیا کرتے تھے۔اس رات کو تلاش کرنے کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

تَحرّوا لیلةَ القَدْر فی العَشْر الأواخِر من رمضانَ .
(بخاری، حدیث نمبر:۲۰۲۰)

’’رمضان المبارک کے آخری عشرہ میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔‘‘

اسی طرح نبی کریم ﷺ نے شب قدر کی تلاش میں آسانی عطا کرتے ہوئے فرمایا:

تَحرّوا لَیلةَ القَدْرِ فی الوَتْرِ من العَشرِ الأواخِرِ من رمضانَ (بخاری، حدیث نمبر ۲۰۱۷)

’’آخری عشرہ کی طاق راتوں میں لیلۃ القدر تلاش کرو۔‘‘

یہاں اس بات کا ذکر کرنا خالی از حکمت نہیں ہوگا کہ اس رات کو اس قدر فضیلت کیوں بخشی گئی؟ اور مؤمنین کو یہ رات کیوں عطا کی گئی؟ نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارک میں اس کا جواب یہ ہے:

إنّ رسولَ اللّٰهِ أُرِیَ أعمارَ الناسِ قبلَه أو ما شاء اللّٰهُ من ذلك فكأنه تقاصر أعمارَ أُمَّتِه ألّا یَبلُغوا من العملِ مثلَ الذی بلغ غیرُهم فی طولِ العمرِ ، فأعطاه اللّٰهُ لیلةَ القدرِ خیرًا من ألفِ شهرٍ . (موطا امام مالك ۳۱۹:۱)

’’رسول کریم ﷺ کو سابقہ امتوں کی عمروں پر آگاہ کیا گیا تو آپ ﷺ نے ان کے مقابلے میں اپنی امت کے لوگوں کی عمروں کو کم دیکھتے ہوئے یہ خیال فرمایا کہ میری امت کے لوگ اتنی کم عمر میں سابقہ امتوں کے برابر عمل کیسے کرسکیں گے؟ پس اللہ تعالیٰ نے آپ کو لیلۃ القدر عطا فرمادی جو ہزار مہینے سے افضل ہے۔‘‘

لیلۃ القدر کی خصوصی دعا

آخری عشرہ میں دوزخ سے رہائی اور قربِ باری تعالیٰ حاصل کرنے کے لیے تاجدار کائنات ﷺ نے امت کو خصوصی دعا کی تعلیم دی، سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ارشاد ہے:

قلتُ یا رسولَ اللّٰهِ أرأیتَ إن عَلِمتُ أیُّ لَیلةٍ لَیلةُ القَدرِ ما أقولُ فیها؟ قالَ: قولی: اللّٰهمَّ إنَّكَ عفوٌّ كَریمُ تُحبُّ العفوَ فاعْفُ عنِّی (الترمذی، حدیث نمبر: ۳۵۱۳)

’’میں نے رسول اکرم ﷺ سے عرض کیا: یارسول اللہ! میں لیلۃ القدر کی رات کو جان لوں تو کیا دعا کروں؟ تو نبی ﷺ نے فرمایا: آپ یہ کہنا: (**اللهم إنك عفو كريم تحب العفو فاعف عنی**) اے اللہ تو معاف کرنے والا، کرم فرمانے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے مجھے بھی معاف فرمادے۔‘‘

صدقہ فطر

اس آخری عشرے کی ایک خصوصی عبادت صدقہ فطر بھی ہے، جو ہر صاحبِ حیثیت مسلمان پر تقریباً دو سیر گندم یا اس کی قیمت کے حساب سے واجب ہے۔ اس کی ادائیگی نمازِ عید سے پہلے ہونی چاہئے تاکہ غربا و نادار افراد اپنی ضروریات خرید کر سب مسلمانوں کے ساتھ خوشیوں میں شریک ہوسکیں۔

انَّ رسولَ اللّٰهِ صلَّی اللّٰهُ علیهِ وسلَّمَ فرضَ زكاةَ الفِطرِ من رمضانَ صاعًا من تمرٍ أو صاعًا من شعیرٍ علی كلِّ حرٍّ أو عبدٍ ذكرٍ أو أنثی منَ المسلمینَ (جامع الترمذی)

’’بے شک رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں مسلمانوں میں سے ہر آزاد و غلام، مرد وعورت پر ایک صاع کھجور یا ایک صاع جو صدقہ فطر ادا کرنا لازم قرار دیا۔‘‘

اللہ تبارک وتعالیٰ ہمیں شعوری طور پر رمضان المبارک کی رحمت بھری ساعتوں کی قدر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ کریم ہمیں اپنی رحمت، مغفرت اور دوزخ سے آزادی کے پروانے عطا فرمائے۔ اللہ کرے کہ ہم رمضان المبارک گزرنے کے بعد رمضان میں سیکھا ہوا تقویٰ سارا سال یاد رکھیں۔ ہماری زندگیوں میں تبدیلیاں آجائیں۔ ہمارے کردار، اخلاق اور معاملات سنور جائیں۔ آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ

❁❁❁❁❁

رمضان اور رجوع الی القرآن

لیلۃ القدر رحمت و سلامتی اور عظیم خیر و برکت کی رات ہے

اللہ نے فرمایا زیورِ تقویٰ سے آراستہ قرآن مجید سے ہدایت پائیں گے

قرآن مجید کے سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے میں ہدایت اور نجات ہے

ڈاکٹر نعیم انور نعمانی

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ. (البقرہ،۲: ۱۸۵)

’’رمضان کا مہینہ (وہ ہے) جس میں قرآن اتارا گیا ہے جو لوگوں کے لیے ہدایت ہے اور جس میں حق و باطل کے درمیان امتیاز کرنے والی واضح نشانیاں۔‘‘

اللہ رب العزت نے صرف اور صرف ماہِ رمضان المبارک کو یہ قدر و منزلت عطا کی ہے کہ اس کے دامن کو نزولِ قرآن مجید سے آراستہ کردیا ہے اور پھر رمضان المبارک کے پورے مہینے کی راتوں اور دنوں میں سے مزید تخصیص کرتے ہوئے لیلۃ القدر کے بابرکت لمحات میں قرآن مجید کو نازل کیا۔

لیلۃ القدر مسلمانوں کے لیے ایک عظیم خیر و برکت کی رات ہے جس کے دامن میں اللہ رب العزت نے قرآن مجید کو سارے انسانوں کے لیے ھدیً للناس کے شرف کے ساتھ اتارا ہے اور تمام اہل ایمان کے لیے اسے ھدیً للمتقین کے اعزاز کے ساتھ نازل کیا ہے۔ اس رات کا تعین بھی خود زبان رسالتمآب ﷺ نے کردیا ہے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

تحروا لیلۃ القدر فی الوتر من العشر الاواخر.

’’لیلۃ القدر کو رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔‘‘ (صحیح بخاری، کتاب الصیام، ۱: ۲۷۰)

’’تحروا‘‘ کا حکم ان خوش نصیبوں کے لیے ہے جو اس رات کی تلاش کا ارادہ کرتے ہیں۔ جن کی تمنا ہے کہ کاش ہم اپنی زندگیوں میں نزولِ قرآن مجید کی رات کو پالیں اور اس مبارک رات کے دامن میں اللہ کے حضور ذکر و مناجات، عبادات و ریاضات اور اللہ کے حضور عاجزی اور بندگی کا اظہار کریں۔

اس رات کو نزول قرآن مجید کے باعث باری تعالیٰ نے ’’خیر من الف شھر‘‘، ہزار مہینوں سے افضل رات قرار دیا ہے۔ ہزار راتوں کی عبادت کا ثواب اس قدر نہیں ہے جتنا ثواب و اجر اس ایک اکیلی رات کی عبادت و ریاضت کا ہے۔ اس لیے فرمایا اس رات کو رمضان المبارک کے آخری عشرہ کی طاق راتوں میں سے تلاش کرو۔

لیلۃ القدر رحمت و سلامتی کی رات ہے

یہ رات نزولِ قرآن مجید کے باعث اللہ کی رحمتوں کے نازل ہونے کی رات ہے اور اس کی ایک علامتِ رحمت یہ ہے کہ اس رات کی ہر ساعت میں ملائکہ کا نزول زمین کی طرف جاری و ساری رہتا ہے۔ کل ملائکہ اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام فرشتوں کے جھرمٹ میں اہلِ زمین کو اللہ کی رحمت کی نوید سناتے ہیں اور طالبانِ رحمت کو رحمتِ الٰہیہ تک واصل کرتے ہیں۔ ان فرشتوں کا نزول اس رات میں اللہ کی رحمت کے تغلب اور تفوق کی علامت ہے۔ یہ رات اللہ کی رحمت کے غلبے کی رات ہے۔ اس رات کو ہر طالبِ خیر کو خیر عطا کردی

جاتی ہے، ہر طالبِ رحمت کو رحمتِ الٰہیہ اپنے دامن میں لے لیتی ہے اور ہر طالبِ صدق کو اس کی منزل مراد مل جاتی ہے۔

نزول قرآن مجید کی اس رات کی ایک خوبی یہ بھی ہے کہ اس رات میں اللہ رب العزت کی بارگاہ سے ہر نوع کی سلامتی بٹتی ہے اور یہ رات انسان کو ظاہری اور باطنی برائیوں سے بچانے، عیبوں سے محفوظ رکھنے، مصائب و آلام، رنج و غم سے نجات دینے کی رات بن جاتی ہے۔ نزولِ قرآنِ مجید کے باعث یہ رات شیطان کے وساوس اور حملوں سے بچاؤ کا سبب بھی ہے۔ الغرض یہ رات ہر نوع کی سلامتی کو اپنے دامن میں لیے ہوئے ہے۔ یہی وجہ ہے کہ یہ رات ”خیر من الف شھر“ کا اعزاز رکھتی ہے۔

قرآن مجید میں متعدد مقامات ایسے ہیں جہاں قرآن مجید خود اپنا تعارف کرواتا ہے اور اپنی قدر و منزلت اور شان و مقام سے انسانوں کو آگاہ کرتا ہے۔ ذیل میں تعارفِ بزبانِ قرآن کے ضمن میں چند آیات درج کی جارہی ہیں:

۱۔ عظیم الشان کتاب

قرآن مجید کا تعارف سب سے پہلے قرآن مجید میں یہ فرما کر کروایا گیا:

الٓمٓ. ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛۚ فِيْهِ ۛۚ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ.

”الم (یہ) وہ عظیم کتاب ہے جس میں کسی شک کی گنجائش نہیں، (یہ) پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔“ (البقرہ،۲: ۱،۲)

قرآن مجید اپنا تعارف **ذلك الكتاب**، کے الفاظ کے ساتھ کرارہا ہے۔ عربی قاعدہ یہ ہے کہ کوئی چیز سامنے ہو، قریب ہو تو اس کے لیے **ھذا** (یہ) اسم اشارہ استعمال کرتے ہیں۔ قاعدہ کی رو سے یہاں پر بھی **ھذا الکتاب** ہونا چاہیے تھا مگر یہاں قاعدے سے ہٹ کر اسمِ اشارہ قریب کی بجائے اسمِ اشارہ بعید **ذلك** (وہ) استعمال فرمایا کہ ”وہ کتاب“۔ مفسرین نے بیان کیا ہے کہ قرآن مجید اس اسلوب کے ذریعے اپنی عظمت و رفعت اور بلندی و بزرگی کو بیان کررہا ہے کہ یہ کتاب اگرچہ تمہارے قریب ہے اور تم اسے اپنے ہاتھوں میں تھام کر تلاوت کررہے ہو مگر اسے کوئی معمولی کتاب نہ سمجھنا بلکہ ”**ذلك الكتاب**“ یہ وہ عظیم الشان کتاب ہے جو آسمانوں سے اتاری گئی ہے، یہ لوح محفوظ سے تعلق رکھنے والی ہے، یہ اللہ کا کلام ہے، اس کتاب کا نزول اللہ کے حکم سے جبرئیل امین کے ذریعے ہوا ہے۔ یہ قلبِ رسول ﷺ پر نازل ہوئی ہے اور اس میں قیامت تک آنے والے مسائل کا حل بیان فرمادیا گیا ہے۔ اس کتاب کی اسی عظمت و شان کے پیشِ نظر ہی اسے اسمِ اشارہ بعید ”**ذلك**“ کے ذریعے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ ھدًی للمتقین

قرآن مجید اپنا دوسرا تعارف یہ کرواتا ہے کہ **ھدًی للمتقین** ”قرآن پرہیزگاروں کے لیے ہدایت ہے۔“

قرآن مجید کے نزول کا مقصد یہ ہے کہ سارے انسان اس عظیم الشان کتاب سے ہدایت پائیں مگر بطورِ خاص اس کی ہدایت سے وہ لوگ مستفید ہوں گے جو زیورِ تقویٰ سے آراستہ ہوں، فرمانبرداری اور شکر گزاری کے سفر پر گامزن ہوں، جو اپنے مولا کی طرف رغبت کی تمنا و خواہش رکھتے ہوں اور جو لباسِ تقویٰ سے آراستہ ہوں، ایسے ہی لوگ قرآنی ہدایت کے نصاب پر پورا اترتے ہیں۔

گویا قرآنی ہدایت سے مستفید ہونے کی پہلی صورت یہ ہے کہ خود کو متقی، پرہیزگار بنایا جائے۔ تقویٰ اور پرہیزگاری کی سعادت، رب کی عبادت و ریاضت اور اس کے احکام کی تعمیل اور اپنے وجود پر ان کی تنفیذ سے میسر آتی ہے۔

۳۔ کتاب مبین

قرآن مجید نے اپنا تعارف کتاب مبین کے طور پر بھی کروایا۔ ارشاد فرمایا:

قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّكِتٰبٌ مُّبِيْنٌ. (المائدۃ،۵: ۱۵)

”بے شک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے ایک نور (یعنی حضرت محمد ﷺ) آ گیا ہے اور ایک روشن کتاب (قرآن)۔“

یعنی یہ قرآن مجید کوئی معمولی کتاب نہیں ہے بلکہ یہ رب

کی طرف سے کتاب مبین ہے۔ یہ قرآن مجید انسانوں کے اقوال، اعمال، احوال و اخلاق اور قلوب و اذہان کو روشن کرنے والا ہے۔ قرآن مجید پر عمل میں انسانوں کی نجات ہے اور قرآن مجید پر عمل سے دوری انسانوں کی ہلاکت و تباہی ہے۔

قرآنی ہدایت قرآن میں غور و فکر کے ذریعے ممکن ہے

سوال یہ ہے اس کتابِ لاریب اور اس کتابِ مبین سے فائدہ کیسے اٹھایا جائے؟ قرآن مجید اپنے اندر موجود الوہی ہدایت سے مستفید اور مستنیر ہونے کا طریقہ بھی خود ہی بیان کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَ اَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ. (النمل،۲۷: ۹۲)

’’نیز یہ کہ میں قرآن پڑھ کر سناتا رہوں۔‘‘

سورہ فاطر میں ارشاد فرمایا:

اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللهِ . (فاطر،۳۵:۱۹)

’’بے شک جو لوگ اللہ کی کتاب کی تلاوت کرتے ہیں۔‘‘

ان آیات سے معلوم ہوا کہ ہدایتِ الٰہیہ کے حصول کا پہلا ضابطہ اور قاعدہ یہ ہے کہ اس قرآن مجید کی بار بار تلاوت کی جائے، آیات میں تفکر و تدبر کا عمل اختیار کیا جائے، اس قرآنی ہدایت کے ساتھ اپنا تعلق و شغف قائم کیا جائے، تمسک بالقرآن کا یہ عمل جتنا مضبوط اور مستحکم ہوگا، اسی قدر قرآن مجید کے دامن سے قرآنی ہدایات کے چشمے پھوٹنے لگیں گے۔

قرآن مجید کی وہ تلاوت جس کا مقصود اللہ کی رضا و خوشنودی ہوتی ہے اور جس کا مدعا خود کو ہدایتِ الٰہیہ سے آراستہ کرنا ہوتا ہے اور وہ تلاوت جو سراسر اخلاص فی الدین پر مشتمل ہوتی ہے اس کا لازمی نتیجہ ہدایت ہی نکلتا ہے۔ جس کی طرف قرآن مجید یوں اشارہ کرتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ. (النمل،۲۷:۹۲)

’’جس شخص نے (تلاوت قرآن مجید کے ذریعے) ہدایت قبول کی تو اس نے اپنے ہی فائدے کے لیے براہ راست ہدایت قبول کی۔‘‘

قرآن مجید کی تلاوت اور حقِ تلاوت

قرآن مجید کو کثرت سے پڑھا جائے۔ تلاوتِ قرآن مجید کرتے وقت فقط الفاظ، حروف، کلمات اور اعراب ہی کا خیال نہ رکھا جائے بلکہ ان حروف، الفاظ، کلمات اور جملوں کے معانی و مطالب اور ان میں موجود معارف و اسرار تک بھی رسائی حاصل کی جائے۔ ہماری تلاوت قرآنی الفاظ و کلمات تک محدود ہے۔ بلاشبہ ان قرآنی الفاظ میں سے ہر لفظ کی تلاوت دس نیکیاں عطا کرتی ہے مگر ہمیں اپنی تلاوت میں معانی و مفاہیم میں غور و فکر کو بھی شامل کرنا ہے۔ جس کی طرف قرآن مجید ہمیں جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر متوجہ کرتا ہے۔

قرآن مجید کے فقط پڑھنے میں اجر و ثواب ہے مگر قرآن مجید کے سمجھنے اور اس میں غور و فکر کرنے میں نجات ہے۔ ہماری زندگی کی کامیابی و کامرانی قرآن مجید کو سمجھنے اور قرآن مجید کی تعلیمات کو اپنانے میں ہے۔ ارشاد فرمایا:

اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا.

’’کیا یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے (لگے ہوئے) ہیں۔‘‘ (محمد،۴۷: ۲۴)

قرآن مجید کی کامل تلاوت وہ ہے جس میں الفاظ و کلمات کے ساتھ ساتھ معانی و مطالب میں بھی غور و فکر کیا جائے۔ ہم قرآن مجید کی ناقص اور نامکمل تلاوت کرتے ہیں، ہم قرآن مجید کو بطور ثواب پڑھتے ہیں اور حصولِ ہدایت کے لیے قرآن مجید کی طرف رجوع نہیں کرتے۔ قرآن مجید ہماری زبانوں میں سنائی دیتا ہے مگر قرآن مجید ہمارے عمل میں مفقود ہے۔ جبکہ قرآن مجید کہتا ہے کہ مجھے اس طرح پڑھو کہ حقِ تلاوت ادا ہوجائے۔ قرآن مجید اپنے اس حق تلاوت کی طرف ہمیں یوں متوجہ کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَتْلُوْنَهٗ حَقَّ تِلَاوَتِهٖ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ. (البقرہ،۲: ۱۲۱)

’’ایسے لوگ بھی ہیں جنہیں ہم نے کتاب دی ہے وہ اسے اس طرح پڑھتے ہیں جیسے پڑھنے کا حق ہے۔‘‘

قرآن مجید آج ہمیں یہ دعوتِ فکر دے رہا ہے کہ ہم اس کی تلاوت اس طرح کریں کہ حقِ تلاوت ادا ہوجائے اور یہ حقِ تلاوت قرآن مجید کے پڑھنے اور سمجھنے سے عبارت ہے۔

قرآن حکیم کی تلاوتِ کامل ہی ہمیں اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کی طرف لے جاتی ہے۔ جو قرآن مجید سے اخلاص کا تعلق رکھتا ہے، قرآن مجید اسے رب کی فرمانبرداری کی منزل کی جانب لے جاتا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَّاُمِرۡتُ اَنۡ اَکُوۡنَ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ. وَ اَنۡ اَتۡلُوَا الۡقُرۡاٰنَ. (النمل، ۲۷: ۹۱، ۹۲)

’’اور مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ میں اللہ کے فرمانبرداروں میں رہوں نیز یہ بھی کہ قرآن مجید کی تلاوت کرتا رہوں۔‘‘

قرآن مجید کا پیغام عالمِ انسانیت و عالمِ اسلام کے نام یہ ہے کہ ہر حال میں اللہ کی فرمانبرداری کو اختیار کیا جائے اور اللہ کے عطا کردہ احکام کو اپنی زندگی میں نافذ کیا جائے۔ صحفِ سماوی کے حوالے سے سب کی تصدیق کرنے والا آخری اور سچا کلام قرآن مجید ہے اس کی تعلیم کو اپنانے میں عالمِ انسانیت کی نجات اور مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی ہے۔

خلاصۂ کلام

رمضان المبارک کا یہ مقدس مہینہ ہمیں یاد دلاتا ہے کہ باری تعالیٰ نے اس مہینے میں قرآن مجید کو نازل کیا اور قرآن مجید رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں سے ایک رات لیلۃ القدر کو نازل ہوا جو رات خیر من الف شھر کا اعزاز رکھنے والی ہے۔ اس قرآن مجید کو باری تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے شفا اور رحمت بنایا ہے۔ ارشاد فرمایا:

وَنُنَزِّلُ مِنَ الۡقُرۡاٰنِ مَا هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحۡمَةٌ لِّلۡمُؤۡمِنِيۡنَ.

’’اور ہم قرآن میں وہ چیز نازل فرما رہے ہیں جو ایمان والوں کے لیے شفا اور رحمت ہے۔‘‘ (الاسراء، ۱۷: ۸۲)

قرآن مجید ہمارے ظاہری اور باطنی امراض کے لیے سراسر شفا ہی شفا ہے اور ہمارے لیے اللہ کی رحمت کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔ ہمیں آج سے ہی قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا چاہیے جو ہمارے تمام امراض کے لیے شفا ہے اور جسے اللہ نے ہمارے لیے رحمت ہی رحمت بنایا ہے۔ رجوع الی القرآن کی صورت یہ ہے کہ ہم اس کے الفاظ و کلمات کی تلاوت بھی کریں اور اس کے معانی و مطالب میں بھی غور و فکر کریں۔ یوں حقِ تلاوت ادا ہوگا اور اسی حقِ تلاوت سے ہمیں وہ ہدایت میسر آسکتی ہے جو قرآن مجید کے نزول کا بنیادی مقصد اور امتیاز ہے۔ ارشاد فرمایا:

اِنَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ يَهۡدِىۡ لِلَّتِىۡ هِىَ اَقۡوَمُ.

’’بے شک یہ قرآن اس (منزل) کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو سب سے درست ہے۔‘‘

رمضان المبارک میں ہمیں قرآن مجید اور صاحبِ قرآن کے ساتھ تعلق کو مضبوط کرنا ہے۔ رسول اللہ ﷺ، اللہ کی بارگاہ سے ہمارے لیے سب سے بڑا تحفہ قرآن مجید ہی لائے ہیں، آج ہمیں اپنی زندگی میں قرآن مجید کو داخل کرنا ہے۔ قرآنی احکام کو اپنے وجود پر نافذ کرنا ہے۔ ایسی صورت میں کل روزِ قیامت اللہ کے حضور اور رسول ﷺ کے سامنے ہم سرخرو ہوسکیں گے۔ ہم قرآن مجید سے لاتعلقی کی وجہ سے ایسی قوم نہ بنیں کہ کل قیامت کے دن ہم اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بارگاہ میں شرمندہ ہو رہے ہوں اور اللہ کے رسول ہم سے شکوہ کناں ہوں۔ قرآن مجید بیان کرتا ہے:

وَقَالَ الرَّسُوۡلُ يٰرَبِّ اِنَّ قَوۡمِى اتَّخَذُوۡا هٰذَا الۡقُرۡاٰنَ مَهۡجُوۡرًا. (الفرقان، ۲۵: ۳۰)

’’اور رسولِ (اکرم ﷺ) عرض کریں گے: اے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو بالکل ہی چھوڑ رکھا تھا۔‘‘

آیئے آج اس قرآن مجید سے اپنا تعلق مضبوط کریں اور اس قرآن مجید کی ہدایت کو اپنی زندگیوں میں داخل کریں، اسی میں ہماری کامیابی اور نجات ہے۔

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہوکر
ہم خوار ہوئے تارکِ قرآں ہوکر

اصلاحِ معاشرہ: سیرتِ سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی روشنی میں

حضرت علی کرم اللہ وجہہ پیکر زہد و ورع اور جود وسخا تھے

ازدواجی زندگی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات ''مثل الاعلیٰ'' کی حیثیت رکھتی ہے

۲۱ رمضان المبارک یوم شہادت کی مناسبت سے خصوصی تحریر

ڈاکٹر محمد زہیر احمد صدیقی

زیرِ نظر تحریر میں ہم تاریخ اسلام کی ایک ایسی عظیم ہستی کی سیرت سے چند جواہر پارے سمیٹ کر قارئین کی نذر کر رہے ہیں۔ جنھیں حیدرِ کرار سیدنا علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کے نام سے جانا جاتا ہے۔ بلا شبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات میں موجود جملہ صفات مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور جملہ انسانیت کے لیے بالعموم ایسے رہنما اصول کی حیثیت رکھتے ہیں جن کو اختیار کرنے والا معاشرے کا بہترین انسان بن سکتا ہے۔

قارئینِ کرام! حضرت علی ابنِ ابی طالب رضی اللہ عنہ کے فضائل احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہیں بلکہ اہلِ علم نے لکھا ہے کہ آپؓ کے اور آپؓ کی زوجہ جگر گوشۂ رسول ﷺ سیدۂ کائنات سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا اور آپؓ کے شہزادے امام حسن و امام حسین سلام اللہ علیہا کے فضائل جس کثرت سے احادیثِ مبارکہ میں وارد ہوئے ہیں، اصحاب و اہلِ بیتِ رسول ﷺ میں سے کسی کے فضائل اس کثرت سے وارد نہیں ہوئے۔ یہ امر اس بات کا متقاضی ہے کہ ہم حضرت علیؓ کا نام لینے اور آپ رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرنے کے ساتھ ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی سیرت سے رہنمائی بھی لیں اور آپ رضی اللہ عنہ کی ذاتِ بابرکات کے مختلف گوشوں کو بطور رہنما اصول کے اپنائیں، تاکہ ہم پر علوی صفات کا رنگ بھی چڑھے اور بارگاہِ نبوت ﷺ سے خصوصی توجہات اور بارگاہِ الٰہی سے خصوصی تجلیات وعنایات کے مستحق ٹھہریں۔

حضرت ابو طالب کی رحلت کے بعد رسول اکرم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو چار پانچ سال کی عمر میں ہی اپنی کفالت میں لے لیا۔ یوں آپ نے آغوشِ نبوت میں پرورش و تربیت پائی۔ بعثتِ نبوی کے بعد جن چار قدسی نفوس کو سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف حاصل ہوا، ان میں سے ایک سیدنا علی رضی اللہ عنہ بھی تھے جبکہ بچوں میں سب سے پہلے بالاتفاق آپ کو ایمان کا نور نصیب ہوا۔ آپ کا شمار السابقون الاولون اور عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔

آپ صرف ابن عم مصطفے ﷺ ہی نہیں تھے، بلکہ رسول اکرم ﷺ کے مواخاتی بھائی بھی تھے، آپ نے مواخات مدینہ کے موقع پر سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا:

انت اخی فی الدنیا والآخرۃ.

''آپ دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہیں۔''

ذیل میں آپ کے کچھ اوصاف کا تذکرہ درج کیا جارہا ہے:

ا۔ پیکرِ زہد و ورع

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے زہد و ورع کا یہ عالم تھا کہ جب رات اپنی سیاہ چادر پھیلاتی تو آپ گریہ وزاری میں مگن ہو جاتے اور اللہ کے حضور رو رو کر مناجات کرنے لگتے۔ مؤرخین لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے وصال فرما جانے کے بعد ان کی حیات میں ان کی خلوت نشینی دیکھنے والے کہتے کہ ہمیں آج بھی یوں محسوس ہوتا ہے کہ جیسے ان کی آواز اب بھی سنائی دے رہی ہو اور وہ کہہ رہے ہوں:

اے دنیا کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کر رہی ہے یا مجھ سے کوئی امید رکھتی ہے؟ مجھ سے کچھ امید نہ رکھ، میرے علاوہ کسی اور کو فریب دے۔ تیری عمر کوتاہ، تیری دی ہوئی کامرانی حقیر، تیرے خطرات بھیانک اور بڑے آلودہ ہیں۔ آہ! زادِ راہ کتنا کم ہے، سفر کتنا طویل ہے اور راستہ کس قدر سنسان ہے۔

(ابن الجوزی، صفۃ الصفوۃ، ۱/ ۳۱۵، ۳۱۶)

۲۔ جود وسخا کی انتہا

اللہ تعالیٰ نے حضرت علی المرتضی ؓ کو جود وسخا کا پیکر بنایا تھا۔ آپ اپنے در سے کسی سائل کو خالی ہاتھ نہ لوٹاتے۔ آپ ؓ کے ایثار وقربانی کے تذکرے قرآن میں بھی وارد ہوئے۔ رب تعالیٰ نے فرمایا:

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

’’جو لوگ (اللہ کی راہ میں) شب و روز اپنے مال پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتے ہیں۔‘‘ (البقرہ، ۲: ۲۷۴)

دوسری جگہ فرمایا:

يُوْفُوْنَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُوْنَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهٗ مُسْتَطِيْرًا. وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا.

’’(یہ بندگانِ خاص وہ ہیں) جو (اپنی) نذریں پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی سختی خوب پھیل جانے والی ہے۔ اور (اپنا) کھانا اللہ کی محبت میں (خود اس کی طلب و حاجت ہونے کے باوُجود اِیثاراً) محتاج کو اور یتیم کو اور قیدی کو کھلا دیتے ہیں۔‘‘ (الدھر، ۷۶: ۸.۷)

اگر آج ہم حضرت علی ؓ کی سیرت کے اس پہلو پر عمل پیرا ہوجائیں تو معاشرہ ایثار وقربانی کی عظیم مثال بن جائے گا۔

۳۔ حضور ﷺ کے مزاج آشنا

سید ابوالحسن ندوی اپنی شہرہ آفاق کتاب ’’المرتضیٰ‘‘ میں لکھتے ہیں: رسول اللہ ﷺ سے خاندانی اورنسبی تعلق، ایک عمر کی رفاقت اور روز مرہ کی زندگی کو قریب سے دیکھنے کی وجہ سے سیدنا علی ؓ کو آپ ﷺ کے مزاج اور آپ ﷺ کو اللہ کی بارگاہ سے حاصل خاص صفات و کمالات سے گہری مناسبت ہوگئی تھی۔ آپ حضرت علی ؓ کے میلانِ طبع اور مزاج کی چھوٹی بڑی باتوں کی نزاکتوں کو سمجھتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ سیدنا علی ؓ حضور ﷺ کے مزاج، طبیعت اور اوصاف کے ایک ایک گوشہ کو اجاگر کرکے بیان فرماتے۔ آپ نے رسول اللہ ﷺ کے اخلاق و رجحان اور طریقِ تامّل کو بہت ہی بلیغ پیرایہ میں بیان کیا ہے۔

۴۔ محبتِ رسول ﷺ

باوجود خانگی ذمہ داریوں کے آپ ؓ حبِ نبی ﷺ میں سرشار اور حضور ﷺ کی راحت رسانی کے لیے ہر وقت بے چین اور مضطرب نظر آتے ہیں۔ اپنے گھر فاقہ ہے مگر حضور ﷺ کو اس حالت میں دیکھنا ایک پل کے لیے گوارہ نہیں یہاں تک کہ محنت و مشقت اور مزدوری کر کے حضور ﷺ کی راحت رسانی کا انتظام فرماتے۔

۵۔ بے مثال خانگی زندگی

ازدواجی زندگی میں حضرت علی ؓ کی ذات ’’مثل الاعلیٰ‘‘ کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمیں ان کی ذات سے اس ضمن میں رہنمائی لینی چاہیے اور ان کے اخلاق وکردار سے سیکھنا چاہیے۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علی ؓ باوجود غربت و افلاس کے اپنی زوجہ محترمہ خاتونِ جنت حضرت سیدہ فاطمۃ الزہرہ ؓ کی راحت رسانی میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے تھے۔ خود بھوکے رہ جاتے مگر اپنی اہلیہ کے خورد ونوش کا انتظام فرماتے۔ یہاں تک کہ ان کی راحت رسانی کے لیے اپنے دونوں بیٹے حضرت حسن اور حسین ؓ کو بھی ان سے کچھ وقت کے لیے جدا کردیتے تاکہ ان کی والدہ آرام کرسکیں اور ممتا کے غلبے کے سبب بچوں کے پیچھے اپنے آپ کو زیادہ پریشان نہ کریں۔

طبرانی کی روایت ہے کہ حضرت فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بتایا کہ ایک روز رسولِ خدا ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور فرمایا: میرے بچے کہاں ہیں؟ (یعنی حسن اور حسین کے بارے میں دریافت فرمایا) حضرت فاطمہ ؓ نے عرض کی: آج ہم لوگ صبح اٹھے تو گھر میں ایک چیز بھی ایسی نہ تھی جس کو کوئی چکھ سکے۔ ان کے والد نے کہا: میں ان دونوں کو لے کر باہر جاتا ہوں، اگر گھر

پر رہیں گے تو تمہارے سامنے روئیں گے اور تمہارے پاس ایسا کچھ نہیں کہ انھیں کھلاکر خاموش کرو۔ چنانچہ وہ فلاں یہودی کی طرف گئے ہیں۔ حضور اکرم ﷺ وہاں تشریف لے گئے۔ دیکھا یہ دونوں بچے ایک صراحی سے کھیل رہے ہیں اور ان کے سامنے بچا کھچا ادھ کٹا قسم کا کھجور ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: علی اب بچوں کو گھر لے چلو، دھوپ بڑھ رہی ہے۔ انھوں نے کہا: یا رسول اللہ ﷺ آج صبح سے گھر میں ایک دانہ نہیں ہے، اگر آپ تھوڑی دیر تشریف رکھیں تو میں فاطمہ کے لیے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلوں۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ بیٹھ گئے، یہاں تک کہ خاتونِ جنت حضرت فاطمہ ؓ کے لیے حضرت علی ؓ نے کچھ بچے کھچے کھجور جمع کرلیے اور ایک کپڑے میں باندھ لیے۔

(حافظ منذری، الترغیب والترہیب، ۵/۱۷۱)

اس روایت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم اور سیدہ کائنات ؓ کے تعلق کی وضاحت ہوتی ہے کہ آپ ان کی پریشانی دیکھ کر خود پریشان ہوتے۔

۶۔ حضرت علی ؓ کا طرزِ حکمرانی

آج کل ہمارے ملک میں حکمران ریاستِ پاکستان کو ریاستِ مدینہ اور خلافتِ راشدہ کے بنیادی خدوخوال پر استوار کرنے کے بلند وبالا دعوے کررہے ہیں۔ ذیل میں قارئین کے سامنے خلیفۂ راشد حضرت علی المرتضیٰ ؓ کی زندگی سے چند ایسی مثالیں پیش کررہے ہیں جو حضرت علی ؓ کی ذات میں موجود شورائی، اجتماعی اور جمہوری طرزِ عمل کو واضح کرتی ہیں۔ یہ اس لیے ہے کہ ہماری نوجوان نسل اور حکمرانوں کو سیرتِ علی ؓ سے طرزِ حکمرانی اور جمہوری اقدار کے فروغ کے حوالے سے رہنمائی مل سکے:

(۱) جمہوری روایات کی پاسداری

حضرت عثمان غنی ؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی ؓ کو بطور خلیفہ منتخب کیا گیا۔ اکابر صحابہ نے حضرت علی ؓ کی ذات پر اتفاق و اتحاد کیا۔ تاہم یہ بات قابلِ توجہ ہے کہ حضرت علی ؓ از خود اس ذمہ داری کو قبول کرنے کے دعویدار نہ تھے۔ بطورِ خلیفہ جب عامۃ الناس کو آپ ؓ کی بیعت کا حکم دیا گیا تو آپ ؓ نے انہیں فرمایا:

لا تعجلوا، فإن عمر كان رجلا صالحا مباركا، وقد أوصى بها شورى، فأمهلوا يجتمع الناس ويتشاورون

’’اس کام میں جلد بازی نہ کرو، حضرت عمر صالح اور مبارک انسان تھے، انہوں نے اس کام میں جلدی نہیں کی، بلکہ اس کام کی ذمہ داری شوریٰ کے سپرد کی۔ انتظار کرو لوگ جمع ہو لیں اور آپس میں مشاورت کرلیں۔‘‘ (تاریخ طبری، ۲/ ۷۰۰)

قارئین محترم! موجودہ دور کے اربابِ اختیار کے لیے حضرت علی ؓ کا یہ عمل قابلِ تقلید ہے۔ آپ ؓ نے ذاتی خواہش پر سربراہی کی ذمہ داری قبول نہیں کی بلکہ شورائی اور باہم مشاورتی عمل کو ہی فوقیت دی اور اسی کو رائج کیے رکھا۔ سب کے اتفاق پر آپ ؓ نے بیعت لینے کی رضامندی ظاہر فرما دی۔ اس سے یہ اصول مرتب ہوتا ہے کہ زمامِ اختیار اسی شخص کے سپرد کرنی چاہیے جو اختیار اور عہدے کا لالچ نہ رکھتا ہو بلکہ اس کی طبیعت میں خدا خوفی غالب ہو اور وہ سمجھے کہ یہ کوئی روزگار اور تجارت کا اڈہ نہیں ہے بلکہ یہ رعایا کی خدمت اور انھیں ضروریات وسہولیات مہیا کرنے کی ایک ایسی مسؤلیت وذمہ داری ہے جس پر کوتاہی کی صورت میں روزِ آخرت جوابدہ ہونا ہوگا۔

☆ اس کے بعد حضرت علی ؓ نے فرمایا:

إن بيعتي لا تكون خفيا ولا تكون إلا من رضا من المسلمين

’’میری بیعت خفیہ طریقے سے نہیں ہوگی بلکہ عوام الناس کی رضا معلوم کرکے ہی ہوسکتی ہے۔‘‘

لہذا سنتِ علیؓ کی روشنی میں ہم بلا تأمّل یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر کوئی عوام سے ووٹ لینے کے لیے دھن، دھونس اور دھاندلی کی راہ اختیار کرے تو وہ کسی طور پر بھی عوامی نمائندہ بننے کے قابل نہیں۔

☆ بیعت فرمانے کے بعد حضرت علی ؓ نے لوگوں سے فرمایا:

إن هذا أمركم، ليس لأحد فيه حق إلا من أمرتم

’’لوگو! یہ تمہارا معاملہ ہے، کسی کا اس میں از خود کوئی حق نہیں، سوائے یہ کہ جسے تم منتخب کرو۔‘‘ (تاریخ طبری، ۲/ ۷۰۰)

اللہ اللہ! طبیعت میں موجود استغناء اور جمہوری اقدار کی پاسداری دیکھئے کہ کیسے فراخ دلی سے لوگوں کو اظہارِ رائے کا حق فراہم کر رہے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ کیا آج ریاستِ پاکستان کو ریاستِ مدینہ بنانے اور خلفائے راشدین کے ادوار کو بطور نمونہ پیش کرنے والے حکمران ایسا صاف ستھرا نظامِ انتخاب دینے میں کامیاب ہو سکے ہیں؟ اور اگر نہیں، ہرگز نہیں تو آخر کب تک ہم اس فرسودہ نظامِ انتخاب پر بھروسہ کیے رکھیں گے؟

(۲) قانون کی پاسداری

حضرت علیؓ کی ذات قانونی اور عدالتی معاملات میں بھی جمہوری اقدار کی پاسدار تھی۔ حاکمِ وقت اور امیر المؤمنین ہونے کے باوجود قاضی القضاۃ (جس کو موجودہ زبان میں چیف جسٹس کہا جاتا ہے) کے سامنے ایک عام فرد کی حیثیت سے جاتے۔ اس سے بڑھ کر جمہوری اقدار کی مثال اور کیا ہو سکتی ہے کہ خلافتِ راشدہ میں بالعموم اور بالخصوص حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں ریاست کا قاضی عدل وانصاف کے تمام تر ضابطے مکمل کرتے ہوئے اس درجہ آزادانہ فیصلہ کرتا کہ اگر فیصلہ حاکمِ وقت کے خلاف بھی ہوتا تو اسے فیصلہ سنانے میں ذرا ہچکچاہٹ محسوس نہ ہوتی۔ ذیل میں چند ایک واقعات اس ضمن میں بیان کیے جارہے ہیں:

۱۔ حضرت علیؓ کے دورِ خلافت میں دار الخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل ہو چکا تھا اور حضرت شریح اسلامی مملکت کے چیف جسٹس تھے۔ ایک دفعہ حضرت علیؓ اور ایک یہودی ذمی کا تنازعہ ان کی عدالت میں پیش ہوا۔ اس تنازعہ کا پسِ منظر یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ کی زرہ کہیں گر گئی اور ایک یہودی ذمی کے ہاتھ لگ گئی۔ امیر المؤمنین کو پتہ چلا کہ زرہ یہودی کے پاس ہے تو انہوں نے زرہ کا مطالبہ کیا مگر یہودی نے یہ کہہ کر زرہ دینے سے انکار کر دیا کہ زرہ میری ہے۔ حضرت علیؓ نے یہودی کے خلاف عدالت میں دعویٰ کر دیا۔ قاضی شریح نے فریقین کے بیانات سنے۔ یہودی نے اپنے بیان میں کہا کہ زرہ میری ہے اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ یہ میرے قبضہ میں ہے۔ جسٹس شریح نے امیر المؤمنین سے اپنے دعویٰ کے ثبوت میں گواہ پیش کرنے کو کہا۔ امیر المؤمنین نے سیدنا حسنؓ اور قنبر کو گواہ پیش کیا۔

چیف جسٹس کہنے لگے: قنبر کی شہادت تو میں قبول کرتا ہوں لیکن سیدنا امام حسنؓ کی شہادت قابلِ قبول نہیں۔ امیر المؤمنین نے کہا آپ سیدنا حسنؓ کی شہادت مسترد کرتے ہیں، کیا آپ نے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ حسنؓ اور حسینؓ جنتی جوانوں کے سردار ہیں؟ اس پر قاضی القضاۃ نے جواب دیا کہ ہم نے یہ سن رکھا ہے، مگر میرے نزدیک باپ کے حق میں بیٹے کی شہادت معتبر نہیں۔

پس دوسرا گواہ نہ ہونے کی وجہ سے خلیفہ وقت کا یہ دعویٰ خارج کر دیا گیا اور حضرت علیؓ نے باوجود اس کے کہ آپؓ خلیفۂ وقت تھے، اس فیصلے کے آگے سرِ تسلیم خم کر دیا۔

یہودی اس فیصلہ سے بہت متاثر ہوا کہ ایک شخص صاحبِ اقتدار ہونے کے باوجود زرہ اس سے نہیں چھینتا بلکہ عدالت کے دروازے پر دستک دیتا اور مدعی کی حیثیت میں قاضیِ وقت کے سامنے پیش ہوتا ہے اور پھر عدالت بھی اس کے ساتھ کوئی امتیازی برتاؤ نہیں کرتی، مدعی اور مدعا علیہ دونوں یکساں حالت میں اسکے سامنے پیش ہوتے ہیں، عدالتی کاروائی میں بھی کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔ روایات بتاتی ہیں کہ آپؓ کا یہ جمہوری طرزِ عمل، عدالتی فیصلے کی پاسداری اور عدالتی عمل میں کسی قسم کی عدمِ مداخلت سے متاثر ہو کر وہ یہودی مسلمان ہو گیا۔

کیا اس وطنِ عزیز کے صاحبانِ اقتدار میں سے کسی نے بھی اسوۂ علیؓ کے اس پہلو کو اپنایا؟ کس نے عدالت کے تقدس کی پاسداری کی اور کس کس نے اس کے تقدس کو پامال کرتے ہوئے اس مقدس پیشہ کو زرخرید لونڈی بنا ڈالا؟ یہ آج سب پر عیاں ہے۔ یہاں ایک طرف اربابِ اختیار کی اکثریت نے اس نظام میں چھوٹی بڑی ہر درجے کی عدالتوں کا تقدس پامال کیا اور دوسری طرف عدالتوں میں مسندِ انصاف پر براجمان ہمارے اعلیٰ ججز میں سے الا ماشاء اللہ سب کے سب اپنے مقدس عہدے کو کمائی کے اڈے بنائے ہوئے چند مفادات کے عوض انصاف بیچ رہے ہیں۔ وہ وقت کب آئے گا جب وطنِ عزیز میں ہر شخص اسوۂ حیدری کو اپنا آئیڈیل بنا کر

ایسے فرسودہ نظام کو خیر باد کہنے کو تیار ہوگا؟

قارئینِ کرام! عدالتی فیصلوں کی پاسداری اور عدالتی فیصلوں کا مبنی بر انصاف ہونا یہ خلیفۂ راشد ہی کی برکات تھیں، ان کی تربیت تھی اور ان کی اپنی زندگی کھلی عیاں کتاب کی طرح تھی، جس سے لوگوں نے فیصلوں میں انصاف کرنا سیکھا۔ انصاف سے فیصلے کرنے والوں کی حوصلہ افزائی ہوئی اور وہ ہمیشہ آزادانہ مبنی بر انصاف فیصلے کرتے رہے۔

۲۔ ابنِ عساکر نے حضرت جعدہ بن ہبیرہ سے روایت نقل کی کہ انہوں نے سیدنا علی ؓ کی خدمت میں آ کر کہا: امیر المؤمنین! آپ کے پاس دو آدمی آئیں گے، ان میں سے ایک تو اپنی جان سے بھی زیادہ آپ سے محبت کرتا ہے، یا یوں کہا کہ اپنے اہل وعیال اور مال و دولت سے بھی زیادہ محبت کرتا ہے اور دوسرے کا بس چلے تو آپ کو ذبح کر دے۔ اس لیے آپ دوسرے کے خلاف پہلے کے حق میں فیصلہ کریں۔ اس پر سیدنا علی ؓ نے حضرت جعدہ کے سینہ پر مکا مارا اور فرمایا:

اگر یہ فیصلے خود کو راضی کرنے کے لیے ہوتے تو میں ضرور ایسا کرتا لیکن فیصلے تو اللہ کو راضی کرنے کے لیے کیے جاتے ہیں۔

(ابن عساکر، ۳/ ۱۶۶)

۳۔ بیہقی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت علی ؓ کے پاس دو عورتیں مانگنے کے لیے آئیں، ان میں سے ایک عربی تھی اور دوسری اس کی آزاد کردہ باندی تھی۔ آپ ؓ نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک کو ایک ایک کر (تقریباً 63 من) غلہ اور چالیس چالیس درہم دیے جائیں۔ اس آزاد شدہ باندی کو جو ملا، وہ اسے لے کر چلی گئی لیکن عربی عورت نے کہا کہ اے امیر المؤمنین! آپ نے اس کو جتنا دیا، مجھے بھی اتنا ہی دیا حالانکہ میں عربی ہوں اور یہ آزاد کردہ باندی۔

سیدنا علی ؓ نے کہا: میں نے اللہ کی کتاب میں بہت غور سے دیکھا مگر مجھے اولادِ اسماعیل کو اولادِ اسحٰق پر کوئی فضیلت نظر نہیں آئی۔ (بیہقی، ۶، ۳۴۹)

یہ چند مثالیں پیش کرنے کا مقصود اپنے قارئین کو یہ باور کروانا ہے کہ حضرت علیؓ کا اسوہ اور سیرت عدل وانصاف پر قائم تھی۔ آپ ؓ لوگوں کو اسی کی تعلیم دیتے۔ اسی لیے آپ کے دور کے قاضی عدل پر آزادانہ فیصلہ جات صادر فرماتے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ہمارے زمانے میں کوئی حکمران ایسا ہے جس کا اسوۂ اس کے پیروکاروں کو عدل وانصاف سکھاتا ہو؟

شہادت

19 رمضان المبارک چالیس ہجری کی صبح حضرت علی ؓ مسجد میں نماز کے دوران بحالتِ سجدہ بحضورِ الٰہی راز ونیاز میں مصروف تھے کہ شقی ابن ملجم نے ایک زہر میں بجھی ہوئی تلوار سے وار کیا۔ یہ شخص اسی وقت پکڑا گیا۔ جب آپ ؓ پر قاتلانہ حملہ کرنے والے کو گرفتار کرکے آپ ؓ کے سامنے لایا گیا تو آپ ؓ نے دیکھا کہ اس کا چہرہ زرد ہے اور اس سے اضطراب ظاہر ہے تو آپ ؓ کو اس پر بھی رحم آ گیا اور اپنے دونوں شہزادوں حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام کو وصیت فرمائی کہ یہ تمہارا قیدی ہے، اس کے ساتھ کوئی سختی نہ کرنا اور جو کچھ خود کھانا وہ اسے کھلانا۔ اگر میں صحتیاب ہوگیا تو مجھے اختیار ہے کہ میں چاہوں گا تو سزا دوں گا اور چاہوں گا تو اس کو معاف کردوں گا۔ اگر میں دنیا میں نہ رہا اور تم نے اس سے انتقام لینا چاہا تو اسے ایک ہی ضرب لگانا، کیونکہ اس نے مجھے ایک ہی ضرب لگائی ہے اور ہرگز اس کے ہاتھ پاؤں وغیرہ قطع نہ کیے جائیں، اس لیے کہ یہ تعلیمِ اسلام کے خلاف ہے۔

دو روز تک حضرت علی بن ابی طالب ؓ زخمی حالت میں بستر پر رہے، بالآخر زہر کا اثر جسم میں پھیل گیا اور 21 رمضان چالیس ہجری کی صبح آپ ؓ کی شہادت واقع ہوگئی۔ حضرت امام حسن اور حضرت امام حسین علیہما السلام نے تجہیز وتکفین کی اور نجف کی سرزمین میں آپ ؓ مدفون ہوئے۔

ہم اللہ کے حضور دعا گو ہیں کہ وہ امتِ مسلمہ کو اسوۂ علیؑ پر چلنے کی توفیق دے اور آپؑ کے اخلاق وآداب اور سیرت وکردار کے مطابق اپنی زندگی کو سنوارنے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

فریدِ ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ اوصاف حمیدہ

فرید ملت کشفی فیوضات الٰہیہ کی خیرات سے مالا مال تھے

آپ کامل متوکل بندہ خدا اور مستجاب الدعوات تھے

شیخ الاسلام کے والد گرامی کے یوم وصال (۱۶ شوال) کی مناسبت سے خصوصی تحریر

محمد شفقت اللہ قادری

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کی شخصیت ہمہ جہت اوصافِ حمیدہ کی حامل تھی۔ زیرِ نظر تحریر میں آپ کی شخصیت کے چند ایسے پہلو بیان کیے جارہے ہیں، جن سے یہ واضح ہوتا ہے کہ واقعتاً اگر مربی و رہنما ایسے ہوں تو شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری جیسی شخصیات ان کی فکر اور تعلیم و تربیت کے عملی اظہار کی صورت میں مطلع علم پر طلوع ہوتی ہیں:

حضرت فریدِ ملتؒ اوامر ونواہی پر عمل اور پابندی کرنے کے باعث امر بالمعروف کی عملی تفسیر بن گئے تھے۔ خدا گواہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے احکامات کی متابعت و اطاعت آپ کی رگ جان میں سرایت کرچکی تھی۔ جس کے باعث آپ بارگاہِ الوہیت اور بارگاہِ مصطفویﷺ میں حصولِ مقبولیت اور مرتضائی کی علامت بن گئے تھے۔

فرید ملتؒ کی ساری زندگی اطاعتِ الٰہی اور اطاعتِ مصطفیٰﷺ کے تحت عجز وانکساری میں گزری ہے۔ لاریب آپ بندگیٔ خدا کے عظیم خوگر تھے۔ رب العزت کے عبادالصالحین کے طبقہ اول میں سے تھے۔ آہ و فغانِ نیم شبی کے باعث ہمیشہ بارگاہ ایزدی میں ''توبۃ النصوح'' طلب کرتے اور ساری رات آب دیدہ رہتے، مصلّی پر کھڑے کھڑے خشیت ایزدی کے باعث ہچکی بندھ جاتی اور ساری ساری رات مالک یوم الدین کو منانے میں گزر جاتی۔ فرید ملتؒ حقیقی معنی میں صراط الذین انعمت علیھم کی عملی تفسیر تھے۔

فرید ملتؒ راتوں کو خدا اور رسولﷺ کی اطاعت گزاری اور خوفِ خدا میں گریہ و زاری کے باعث اپنی جبینِ نیاز حاکم دو جہاں کے حضور بسجود رکھتے تھے۔ ان کی زندگی میں ہمیشہ میں نے یہ بھی مشاہدہ کیا کہ خوفِ خدا اور ادبِ عشق مصطفیٰﷺ کے باعث جائے نماز پر آپ پر خوف سے کپکپی طاری رہتی اور کسی لمحے چہرہ خوشی سے شاداں وفرحاں نظر آنے لگتا۔ میری دانست کم مائیگی کے مطابق ایسی حالت طاری ہونے کی دو وجوہات تھیں:

۱۔ دیدارِ الٰہی کی جلالت اور تمکنت سے خوف طاری ہوتا تھا۔

۲۔ دیدارِ مصطفیٰ کریمﷺ سے خوشی اور شادمانی کی لہر دوڑ جاتی تھی۔

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ لاریب جہاں بے شمار اوصاف حمیدہ، علمی کمالات کے حامل اور کشفی فیوضاتِ الٰہیہ کی خیرات سے مالا مال تھے وہاں آپ کا وصف حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی درجہ کمال کو چھوتا نظر آتا ہے۔

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادری عکس آئینہ قرآن میں فیوضاتی طور پر اور اسوہ حسنہ مصطفیٰﷺ اور اسوہ اولیائے عظام سے متصف تھے۔ ذیل میں حضرت فریدِ ملتؒ کے چند روحانی و وجدانی اوصاف نذرِ قارئین ہیں:

۱۔ مطالب و معارفِ قرآنی پر دسترس

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو مطالب و معارف قرآن پر مکمل دسترس تھی۔ تاہم مطالعہ احادیث شریف پر نہ صرف مضبوط گرفت تھی بلکہ ملکہ حاصل تھا۔ خصوصاً بخاری

شریف پر ید طولیٰ رکھتے تھے۔

۲۔ مشاہدۂ رجال الغیب

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ مستجاب الدعوات تھے۔ خانہ کعبہ شریف کی حاضری کے دوران خواہش ہوئی کہ رجال الغیب سے ملاقات کرنی ہے۔ بارگاہ رب العزت میں دعا کی اور عرض کیا کہ رب کعبہ دکھا دے رجال الغیب کیسے ہوتے ہیں؟ فارغ ہوکر پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک پر تمکنت نورانی اجنبی شخصیت فرید ملتؒ کے روبرو کھڑی تھی۔ یہ شخصیت آپ سے مخاطب ہوکر ہوکر فرمانے لگی: فریدالدین! میں آپ کی ابھی مانگی گئی دعا ہوں۔ محبت سے ہاتھ ملایا اور وہ رجل الغیب اچانک غائب ہوگئے۔

۳۔ کامل توکل کے حامل

میں نے اپنی پوری زندگی میں خدا کی عزت کی قسم! فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ جیسے کامل متوکل بندہ خدا اور خشیت ایزدی کا خوگر نہیں دیکھا۔ ہونے والے واقعات اور امور پر اتنا یقینِ کامل کہ جیسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیے ہوں۔ جو جائز خواہش آپ کے دل میں آتی، رب العزت پوری فرما دیتے تھے۔

۴۔ وظیفہ مزمل شریف، حزبِ بحر اور ملاقات خضرؑ

حضرت فرید ملتؒ کو خصوصی تقویٰ قلبی، وظیفہ مزمل شریف اور وظیفہ حزبِ بحر کے باعث حضرت خضرؑ سے بارہا شرفِ فیضیابی اور شرفِ ملاقات حاصل ہوا۔ کیا راز و نیاز ہوتے تھے ان سے ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے کبھی پردہ نہیں اٹھایا لیکن ملاقات کی بابت ضرور بتا دیتے تھے۔

۵۔ فارسی، عربی، اردو اور پنجابی زبان پر ملکہ

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو رب کائنات نے خاص ذہانت، فطانت اور علمی ادراک سے نواز رکھا تھا۔ اردو، عربی، فارسی اور پنجابی زبان پر عبور و ملکہ حاصل تھا۔ میرا ذاتی مشاہدہ ہے کہ آپ کے خطاب دلپذیر کے دوران باوضو الفاظ ہاتھ باندھے اپنی اپنی باری کے منتظر نظر آتے تھے۔

۶۔ عشقِ مصطفیٰ ﷺ میں رومیِ ثانی

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ رومیِ ثانی اور فخرِ عاشقین تھے۔ مجتہد اعظم اور مجدد رواں صدی قدوۃ المشائخ ملت اسلامیہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ سے دوہری نسبت حاصل تھی۔ ایک شرفِ پدری اور دوسرا تعلقِ اتالیقی یعنی کہ آپ نے اپنے فرزند کو ابتدائی تعلیم تربیت سے بہرہ یاب فرمایا جیسا کہ ابتدائی علوم شریعہ/ حدیث، فقہ، نحو وغیرہ۔ مزید برآں آپ نے بچپن میں ہی فرزند ارجمند کو خوگرِ نماز تہجد اور ذکر و اذکار بنایا۔

۷۔ نامور مناظرِ اسلام

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ بے مثل مناظر اسلام، خطیب الدھر، ابوالکلام، علو ہمت، نامور عالم دین، استاذ العلماء، زبدۃ الحکماء، سراپائے حکمت، ساجد نیم شبی، صاحبِ کشف القبور، مسیحاءِ دوراں اور تحریک منہاج القرآن کے محسنِ اعظم تھے۔

۸۔ صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ صراط الذین انعمت علیھم کی عملی تفسیر اور راہ نوردِ صراطِ مستقیم تھے یعنی کہ ان لوگوں کے راستہ پر گامزن تھے جن پر خدا تعالیٰ کا خصوصی انعام ہوتا ہے۔

۹۔ ساجد نیم شبی

ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ اُن نفوسِ قدسیاں میں سے تھے جن کی جبین نیاز پر سجدوں کو ناز تھا۔

۱۰۔ بارگاہ مصطفیٰ ﷺ اور بارگاہ غوث اعظم میں حاضری کا شرف

فرید ملتؒ کو آقا دو جہاں ﷺ کی بارگاہ اقدس کی کچہری میں حضوری کا شرف حاصل تھا اور حضور غوث الثقلین سیدنا غوث اعظمؒ کی بارگاہ اقدس میں آپ خاص شناسائی سے بہرہ ور تھے۔ دونوں بارگاہوں سے فیض یاب تھے۔

۱۱۔ عبدالصالح

ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ حکمت و دانائی، شجاعت، مساحت (چشم پوشی)، جودوسخا، عدالت، عفو و درگزر، حلم و بردباری اور

غریب پروری کے خوگر تھے۔ ادائیگی حقوق العباد اور عبادتِ الٰہیہ آپ کی فطرت ثانیہ بن چکے تھے۔

۱۲۔ کامل تقویٰ کے حامل

خالقِ کائنات نے ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ کو کامل تقویٰ اور خشیتِ الٰہیہ کے باعث چار خصوصی ہدایاتِ ربانی ودیعت کردی تھیں:

۱۔فطری ہدایت ۲۔حسی ہدایت

۳۔عقلی ہدایت ۴۔ وجدانی ہدایت

یہی ہدایاتِ روحانی اولیائے کرام کا شعار اور خاصہ ہوا کرتی ہیں۔

۱۳۔ قافلۂ قلندراں کے میرِ کارواں

قافلۂ قلندراں کے میرِ کارواں عبدالصالح ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ اپنی عبادت گزاری، شب بیداری، گریہ و زاری، سجدہ ریزی، نیم شبی، قیام اللیل اور مناجاتِ مولا کے باعث اپنی ایک عظیم کرامت کے سبب مقبول انام ہوئے، اس کرامت عظمیٰ کا نام شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری ہے جو آپ کے خصوصی تربیت یافتہ اور فیض یافتہ ہیں اور شہرت کے آسمان پر فرید ملتؒ کی کرامت اور شب روز کی ریاضت بن کر چمک رہے ہیں۔

۱۴۔ ذکر و اذکار قصیدۂ غوثیہ آپ کا معمول

نماز تہجد اور نماز فجر کے بعد قصیدہ غوثیہ شریف اور قصیدہ بردہ شریف سے آپ کے وظائف اور اوراد سے روزانہ معمولات کا آغاز ہوتا تھا اور یہ روحانی سلسلہ طلوع آفتاب تک جاری رہتا۔

۱۵۔ روحانیت کے مراحل اربعہ پہ گامزن

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ روحانیت کے مراحل اربعہ سے گزر کر مقامِ عبدیت پر متمکن ہوئے۔ روحانیت کے مراحل اربعہ مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔تقویٰ کامل اور پرہیزگاری ۲۔صبر و استقلال

۳۔شکرگزاری ۴۔قناعت گزاری

یہی چار عناصر روحانیت کا عمل کشید ہیں جو بندہ کو عبودیت کی کامل منزل سے روشناس کراتے ہیں۔

۱۶۔ روحانی خصلت

فریدِ ملتؒ راہ نوردِ عشق تھے۔آپ کے خصوصی سفرِ عشق میں خصوصی طور پر سعودی عرب، عراق، شام، ترکی شامل ہیں۔ روحانی سفر میں آپ نے جلیل القدر انبیائے کرام، صحابہ کرام، تابعین عظام اور اولیائے کرام کے مزارات پر مراقبہ کشی کی اور فیوضات و برکات سمیٹیں۔

۱۷۔ جوائنٹ طبیہ کالج لکھنو اور کنگ جارج میڈیکل کالج لکھنو میں پڑھنے کا خصوصی شرف و اعزاز

فرید ملت نے طب یونانی اور ڈاکٹری کی باقاعدہ تعلیم جوائنٹ طبیہ کالج لکھنو اور کنگ جارج میڈیکل کالج لکھنو میں اعلیٰ اعزازات کے ساتھ حاصل کی اور اپنی ذہانت و فطانت کے بل بوتے پر اسی عرصہ میں درس نظامی اور دینی علوم کی باقاعدہ تعلیم حاصل کی۔ دینی علوم میں آپ کی تعلیم و تالیف کا سہرا فرنگی محل لکھنو کے سر ہے جہاں نامور جید علمائے کرام اور جید فضلائے کرام نے ذہانت و فطانت کے منارے کو نورِ علم سے روشن کردیا۔

۱۸۔لکھنوی تہذیب کا خاص اثر

لکھنوی تہذیب و تمدن نے انشاء پردازی اور سخن وری سے آپ کی شخصیت کو چار چاند لگادیئے کیونکہ لکھنو؛ علم و ادب اور شعر و سخن کا گہوارہ تھا۔علم و ادب اور سخن پردازی آپ کی طبع نفس کی کمزوری تھی۔ علم و ادب سے غیر معمولی شغف نے تھوڑے ہی عرصہ میں آپ کو لکھنو کے نامور شعراء کرام کی صف میں لاکھڑا کیا۔

۱۹۔ عاشقِ حقیقی

فرید ملتؒ آشنائے رموزِ عشقِ حقیقی تو تھے ہی تاہم جب فرید ملتؒ نے اپنی ہستی فنا فی الرسالت مآب ﷺ کردی تو وہ عشق مصطفیٰ ﷺ نصیب ہوا کہ مقام فنائیت پالیا اور یوں فرید ملت کو عشق الٰہیہ کی چنگاری نصیب ہوئی۔ دونوں نعمتیں فرید ملت کے لیے حیات جاودانی تھیں۔

۲۰۔ زہد وتقویٰ میں ممتاز

پوری زندگی زہد وتقویٰ اور عباداتِ الٰہیہ میں گزاری اور ریاضت کی منازل عبور کیں اور فیوضات مصطفیٰ ﷺ اور عطائے رحمٰن کے باعث آپ کو نعمتِ کشف القبور میسر آئی۔

۲۱۔ تصوف کی زبان میں صوفی باصفا

تصوف میں عشق و سلوک کی جو منازل طے کرنے میں پوری زندگی درکار ہوا کرتی ہے، وہ مقامِ کشف رب العزت نے تھوڑے عرصہ کی ریاضتِ نیم شبی میں عطا کردیا تھا۔ جس کے لیے علامہ اقبال نے فرمایا تھا:

عشق کی اک جست نے کردیا قصہ تمام
اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

۲۲۔ عشق وجنون فریدالدین قادریؒ

فریدِ ملتؒ عشقِ حبیب کبریا ﷺ اور عشقِ الٰہی کے خوگر تھے۔ عشقِ رسالت مآب ﷺ فرید ملت کی فطرت ثانیہ تھا کیونکہ عشقِ حقیقی ہو یا لباس مجاز میں چھپا ہوا عشق، اس سے عاشق کو اک خاص طلسماتی قوت میسر آتی ہے۔ مسحور کن قوتیں چار ہیں:

۱۔ یہ عشق ہی تھا جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو آتشِ نمرود میں کودنے پر مجبور کردیا۔

۲۔ یہ عشق ہی تھا جو یوسف علیہ السلام کو آزمائش کی گھڑی میں اندھے کنویں میں لے گیا۔

۳۔ یہ عشق ہی تھا جس نے اسماعیل علیہ السلام کو آدابِ فرزندی بجا لاتے ہوئے معصوم گردن چھری کے نیچے رکھنے پر مجبور کیا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عشقِ الٰہی کو محبتِ پدری اور شفقتِ پسری پر غالب کردیا۔

۴۔ یہ عشق ہی تھا جو تجلیِ مولا کو پانے کے لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طور پر لے گیا اور آپ کو ہم کلامی یزداں کی جرأت دے دی۔ عشق کی ضرب اتنی کاری تھی کہ طور سرمہ ہوگیا۔

۲۳۔ ولایت اور کرامتِ عظمیٰ

قبلہ فرید ملت کی ولایتِ خاص حکمتِ خداوندی کے تحت مخفف کردی ہوئی تھی کیونکہ اس مادی شخصیت پرست دور میں ایسی آنکھیں کم تھیں جو تعصب کی عینک اتار کر ایمان کی عمیق نظروں سے مقامِ فریدِ ملتؒ کو دیکھیں اور پرکھیں۔ لہٰذا رب العزت نے خاص وقت اور خاص مقام کے لیے آشکاری ولایت کو التوا میں رکھ دیا تھا۔ تاہم اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ بھید ولایت کھلنے سے پہلے نعمتِ ولایت میسر ہی نہ تھی بلکہ بااتم موجود تھی۔

فرید ملت ڈاکٹر علامہ فریدالدین قادریؒ کی ولایت مخفف کا بھید اور راز اس وقت کھل گیا جبکہ جنازہ حسب الحکم فرزند ارجمند شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری مدظلہ نے پڑھایا اور فوراً بعد جب آپ کے چہرے کا دیدارِ عام کروانے کے لیے چادر کشائی کی تو منظر دیدنی تھا۔ خدا کی عزت کی قسم! میں خود عینی شاہد ہوں کہ آپ باقاعدہ مسکرا رہے تھے۔ ایک لحہ ہم یہ سمجھے شاید لذتِ نظارہ میں آنکھ ہی نہ کھول دیں اور گویا ہوجائیں۔ بعد ازاں عالم مراقبہ اور خواب میں شیخ الاسلام کے سوال پر آپ نے وضاحت فرمادی کہ:

بیٹا جی! جنازہ کے فوری بعد جب آپ نے دیدار کے لیے چادر اٹھائی تو اس سے پہلے ہی حجابات ہٹادیئے گئے تھے اور میں عالم بالا میں لذاتِ الٰہیہ میں گم مسرور ہورہا تھا، میری روح لوٹا دی گئی تھی۔ میں لامحدود نظارۂ قدرتِ حقِ تعالیٰ میں مصروف ہوگیا تھا۔

۲۴۔ عشقِ الٰہی

فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ نے منزلِ مقصودِ قُربِ الٰہی کے لیے فنا فی الرسالت مآب ﷺ اور فنا فی الشیخ کی منازل طے کیں تاکہ منزلِ قربِ الٰہی نصیب ہوجائے اور محبتِ الٰہی میں فنائیت نصیب ہو۔ فرید ملت نے اس کے لیے سات منازلِ عشق طے کیں:

۱۔ منزل آشنائی عبدیت — ۲۔ منزل آشنائی تزکیہ نفس
۳۔ منزل آشنائی علوم قرآنی — ۴۔ منزل آشنائی حقیقت محمدیؐ
۵۔ منزل آشنائی سجدۂ شبیری — ۶۔ منزل آشنائی عشق مصطفیؐ
۷۔ منزل آشنائی غفورالرحیم اور توبۃ النصوح

جب سات منازلِ عشق طے کرلیں تو فریدالدین قادریؒ عبادت گزاری، شب بیداری، گریہ وزاری، قیام اللیل، سجدہ ریزی، مناجاتِ نیم شبی کے باعث رب ذوالجلال والاکرام کے انعام یافتگان میں شامل ہوگئے۔ قرآن عظیم فرماتا ہے کہ

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا. وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا.

''بے شک وہ شخص فلاح پا گیا جس نے اس (نفس) کو (رذائل سے) پاک کرلیا (اور اس میں نیکی کی نشو ونما کی)۔ اور بے شک وہ شخص نامراد ہوگیا جس نے اسے (گناہوں میں) ملوث کرلیا (اور نیکی کو دبا دیا)۔'' (الشّمس، ۹۱: ۹، ۱۰)

۲۵۔ منطقی حقیقتِ مقام ولایتِ فریدِ ملتؒ

عبد مستجاب الدعوات فریدِ ملتِ اسلامیہ کا منصب و مقامِ ولایت منشاء ایزدی کے تحت مستتر یعنی کہ مخفف، مجوب اور چھپا ہوا تھا جو اب رب ذوالجلال کے حکمِ کن سے ولایتِ علمی، ولایتِ تجدیدی، ولایتِ وھبی سے طبیبِ امراضِ روحانیہ امت اسلامیہ قبلہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے ایک جستِ علمِ لدنی سے آشکار کردیا ہے۔

یاد رہے کہ قبلہ فرید ملتؒ کے فیوضات کشفی اور بشارات اور رویائے صالح کی عطا یقیناً کرامتِ فریدیہ کا روشن باب ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ

الرويا الصالحة جزء من ستة واربعين جزءا من النبوة. (صحیح بخاری، حدیث نمبر ۶۵۸۸، کتاب التعبیر)

''نیک خواب نبوت کا چھیالیسواں حصہ ہوتے ہیں۔''

سنو! ولایتِ فریدِ ملتؒ کو کھوجنے والو آنکھوں سے تعصب کی عینک اتارنے اور بدعقیدگی کے کان کھولنے کی ضرورت ہے۔ فریدالدین قادریؒ حق طور پر نعمتِ بشارت اور فضل تعالیٰ سے سرفراز تھے۔

شیخ الاسلام کے باقاعدہ شیخ اول اور اتالیق

فنا فی غوث الوریٰ، مشتاق دیدار الٰہی فرید ملت ڈاکٹر فریدالدین قادریؒ اپنے فرزندِ عزیز! فائز مقام مرتفع علمی وسمت الراس فقہی و امام حدیث قدوۃ المجتہدین مدظلہ کے پہلے باقاعدہ اتالیق نحو، فقہ، حدیث، منطق ٹھہرے اور میری نظر میں بلاشبہ آپ کو شیخ الاسلام کے باقاعدہ شیخ اول ہونے کا اعزازِ روحانی بھی حاصل ہے۔ جن کی بے مثل اتالیقی نے نقطہ کمال بخش کر سونے کو کندن بنایا۔

خصوصاً یہ فریدِ ملتؒ کی ہی خاص کرامت ہے کہ آپ نے شیخ الاسلام کو آفتابِ علم و روحانیت کا آفتاب بنانے کا جو خواب اپنی پُر نور آنکھوں میں سجایا، وہی خواب آج کرامتِ فرید بن کر شرمندۂ تعبیر ہے۔

❁❁❁❁❁

انتقالِ پُر ملال

گذشتہ ماہ مرکزی سیکرٹریٹ پر خدمات سرانجام دینے والے درج ذیل احباب کے اعزہ و اقارب انتقال فرماگئے ہیں۔

انا للہ وانا الیہ راجعون

☆محترم امجد علی شاہ (ڈائریکٹر MWF) کے والدمحترم

☆ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کے دستِ راست اورتحریک منہاج القرآن کے بانی ممبر محترم الحاج شیخ محمد جمیل قادری

☆محترم نوراللہ صدیقی (نائب ناظم اعلیٰ میڈیا افیئرز) کے تایا جان

☆محترم بشیر خاں لودھی کے بھائی (شکرگڑھ)

☆ محترم امتیاز اعوان (سیکیورٹی آفیسر) کے والدمحترم

☆محترم محمد اشفاق انجم (کمپیوٹر آپریٹر مجلّہ) کے چچا محترم محمد رفیق (88 شمالی۔ سرگودھا)

شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری، محترم ڈاکٹر حسن محی الدین قادری، محترم ڈاکٹر حسین محی الدین قادری اور جملہ مرکزی قائدین و سٹاف ممبران اور کارکنان تحریک نے مرحومین کے انتقال پر گہرے غم و رنج کا اظہار کرتے ہوئے مغفرت و بلندی درجات کی خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کی مغفرت فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود...... ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

نظام المدارس پاکستان کی قیام کی ضرورت و اہمیت

نظام تعلیم کی کامیابی کا انحصار نصاب تعلیم پر ہوتا ہے

قوم کی علمی، فکری، روحانی تربیت کیلئے شیخ الاسلام نے مدارسِ دینیہ کیلئے نئے نصاب کا تحفہ دیا

ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی

اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ اللّٰهَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ. (الرعد، ۱۳: ۱۱)

’’بے شک اللہ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا یہاں تک کہ وہ لوگ اپنے آپ میں خود تبدیلی پیدا کر ڈالیں۔‘‘

کسی بھی قوم کی ترقی وعروج کے لیے تعلیم اور تعلیمی نظام کی اہمیت وافادیت اظہر من الشّمس ہے اور نظامِ تعلیم کی کامیابی اور موثریت کا انحصار اس کے مطلوبہ مقاصد کے حصول کے لیے وضع کردہ نصابِ تعلیم پر ہوتا ہے کہ اس نصاب میں کتنی وسعت ہے۔ عصرِ حاضر میں کامیاب نصاب وہ ہے جو ایک طرف ماضی سے بھی اپنا رشتہ مستحکم رکھے ہوئے ہو اور دوسری طرف حال پر اس قدر حاوی ہو کہ مستقبل پر اس کی صرف نظر ہی نہ ہو بلکہ آنے والا زمانہ بھی پوری طرح اس نصاب کے فاضل کے علم وفکر اور شعور وبصیرت کی گرفت میں ہو۔

وہی نصابِ تعلیم کشتی ملت کو بھنور سے نکالنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو اپنے دامن میں مذکورہ بالا خصائص کی دولت گراں مایہ رکھتا ہو۔ اگر مقررہ نصاب اس خوبی سے محروم ہے تو پھر وہ اثر پذیری کی صلاحیت سے بھی عاری ہوگا۔

اگر ہم برصغیر کی علمی تاریخ کے ماضی پر ایک سرسری نظر ڈالیں تو یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ آج بھی ہمارے مدارس کی غالب اکثریت میں صدیوں پہلے حضرت ملاں نظام الدین سہالوی کا مرتب کردہ نصابِ تعلیم ہی کسی قابلِ ذکر ترمیم کے بغیر مروج ہے۔ یہ نصاب یقیناً اپنے زمانے کے حالات کے مطابق درست ہوگا مگر اب کاروانِ حیات نہ جانے کتنی منزلیں طے کرتے ہوئے اپنی انتہائی بلندیوں کو چھو رہا ہے اور ہم زمینی حقائق سے چشم پوشی کرتے ہوئے اس نصابِ کہنہ کو اپنے گلے کا ہار بنائے ہوئے ہیں۔

یہ نصابی ماڈل موجودہ دور کے جدید علوم کے فقدان کی وجہ سے موجودہ عمرانی ضرورت کی کفالت کی وہ صلاحیت نہیں رکھتا۔ اس لیے اس نصاب کو پڑھ کر مدارس سے نکلنے والی کھیپ عام طور پر برق رفتار سائنسی ترقی کے دور میں تیز رو قافلۂ زندگی کا ساتھ دینے میں مشکل محسوس کرتی ہے۔

ان حالات میں شدت کے ساتھ یہ ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ علومِ دینیہ کی جدید خطوط پر تدریس وتبلیغ کے لیے ایک ایسا نصاب ترتیب دیا جائے کہ جس کی تکمیل کر کے میدانِ عمل میں آنے والے نونہالانِ قوم کا ایسا گروہ کارگہ حیات میں قدم رکھے کہ جس کا علم سمندر کی طرح بیکراں اور جن کی سیرت مہر عالم تاب کی طرح روشن اور بے داغ ہو۔ عقیدہ کی صلابت، علم کی ثقاہت اور فکرونظر کی گہرائی ان کی پہچان ہو اور وہ

☆ پرنسپل کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز منہاج یونیورسٹی لاہور

فرزندانِ قوم آفاق عالم کی وسعتوں کے ایسے امین ہوں کہ جن کا میزانِ فہم وفراست مشرق ومغرب کی وسعتوں کا احاطہ کرتا ہو۔

چنانچہ یہ وہ احساسات اور تقاضے تھے جن کو سامنے رکھتے ہوئے مجددِ وقت، نابغۂ عصر، مسلم دنیا کے عظیم ماہرِ تعلیم شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہر القادری مدظلہ نے نوجوانانِ قوم کی علمی وفکری اور اخلاقی و روحانی رہنمائی کے لیے ایک مثالی نظام العمل اورعصری تقاضوں سے ہم آہنگ ایک ایسا نصابِ تعلیم ترتیب دیا ہے جو کئی جہتوں سے اپنے معاصر رائج نصابات سے ممتاز ہے۔

نظام المدارس کے اس جدید اور جامع نصاب میں قدیم اسلامی علمی ورثے کے امین علوم وفنوں، معاصر اسلامی تہذیب وثقافت کے مظہر مضامین اورنو ایجادعمرانی علوم کی شمولیت جہاں اس نصاب کی ندرت وانفرادیت کا پتہ دیتی ہے وہاں اس نصاب کے مرتب شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی وسعتِ فکر ونظر اورتجدیدی و اجتہادی بصیرت کی شہادت بھی دیتی ہے۔

اللہ کی بارگاہ میں امیدقوی ہے کہ نظام المدارس کے اس نصاب کا فیض یافتہ سکالر اپنی مہک سے معاشرے میں پائی جانے والی فرقہ وارنہ روش، سماجی تعصّبات، فکری تنگ نظری، اعتقادی اعتزال وخارجیت اور تکفیری سوچ کے تعفن کو ختم کر کے ہر سو عظمتِ توحید، محبت رسولﷺ، حبِ اہلِ بیت، تعظیمِ صحابہ اور تکریمِ اولیاء کی روح پرور اور ایمان افروز بہاروں کو فروغ دے گا۔

اس نصاب میں ابتداء سے لے کر تکمیل تک پورے تعلیمی دورانیہ میں علم وفکر کی اساس قرآن حکیم اور معلمِ اعظمﷺ کی احادیث مبارکہ کو اس طرح عملی تدریس کا حصہ بنایا گیا ہے کہ جس سے طالب علم نہ صرف ان اساسی چشمہ ہائے صافی سے متعارف ہوگا بلکہ وہ فکروشعور کے ان الوہی منابع سے اخذِ فیض کرتے ہوئے ان کی گہراہیوں تک رسائی حاصل کرنے کی اعلیٰ صلاحیتوں سے بھی بہرہ ور ہوگا۔

قرآن وسنت سے کشید کردہ علومِ فقہ اور اصولِ فقہ کو بھی تفصیل کے ساتھ لازمی مضامین کی صورت میں شاملِ نصاب کیا گیا ہے تا کہ اس نظام کے تحت علم حاصل کرنے والا ہر فاضل تیزرو تہذیبی ترقی اور روز بروز ہونے والے نت نئے سائنسی انکشافات کے نتیجہ میں بدلتے ہوئے مسائلِ حیات کا ٹھوس علمی دلائل کی بنیاد پر اس طرح کا حل پیش کرے کہ اسلام کے ابدی حقائق کو موجودہ عقل پرست طبقہ بھی خندہ پیشانی کے ساتھ قبول کرنے پر آمادہ ہوجائے۔

سیرت وتصوف کے مضامین کو بھی تفصیل کے ساتھ اس نصاب کا حصہ بنایا گیا ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ سندِ فضیلت پانے والا ہرفردعلم وعمل کا ایسا پیکر ہوکہ سیرتِ مصطفویﷺ کے انوار اور مقربینِ بارگاہ الٰہ کے فیوض سے روشن دل پذیر ہو اور ویز کیکم کی چلتی پھرتی تفسیر ہو۔

اس کے ساتھ ساتھ جدید عصری علوم: اقتصادیات، سیاسیات، کمپیوٹر سائنس، دعوت وارشاد، تقابلِ ادیان،اسلامی افکارونظریات، وسطیات اور انگریزی وعربی زبان وادب کو بھی شاملِ نصاب کیا گیا ہے۔ جس کا مقصد یہ ہے کہ اس منہج دراسی کی تکمیل کرنے والے فاضل کی دینی ودنیاوی دونوں آنکھیں کھلی ہوں اور وہ صرف مصلیٰ اور محراب تک محدود رہنے کی بجائے صنعت وحرفت، معیشت و سیاست اورفکر وعمل کے میدان میں بھی بوقتِ ضرورت پامردی اور جرأت رندانہ سے صدائے حق بلند کر کے اقبال کے اس شعر کا مصداق بن سکے:

وہ سحر جس سے لرزتا ہے شبستانِ وجود
ہوتی ہے بندۂ مومن کی اذاں سے پیدا

بارگاہ رب العزت میں دعاگوہوں کہ وہ ملتِ اسلامیہ کو زوال وانحطاط کے عمیق گڑھے سے نکالنے کے اس عظیم اور پاکیزہ مقصد میں شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی قیادت میں ہمیں کامیابی عطا فرمائے اور اس اقدام کو دنیا وآخرت میں خیر وبرکات کا ذریعہ بنائے۔

❀❀❀❀❀

تنظیمی ڈائری

نظام المدارس پاکستان کا نیا نصاب

کالج آف شریعہ لائبریری کا افتتاح

منہاج یوتھ لیگ کا ایم او یو

قومی کانفرنس: مدارس دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے

نظام المدارس پاکستان کا قیام اور نصاب کا اعلان

مرکزی سیکرٹریٹ منہاج القرآن پر قومی کانفرنس بعنوان ’’مدارس دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے‘‘ 17 مارچ 2021ء کو منعقد ہوئی۔ قومی کانفرنس سے نظام المدارس پاکستان کے ناظم اعلیٰ علامہ میر آصف اکبر، مفتی شبیر انجم قادری، مفتی ارشد القادری، علامہ مفتی قاسم علوی، ڈاکٹر محمد ممتاز الحسن باروی، علامہ بدر الزمان قادری نے خطاب کیا۔ تقریب میں ناظم اعلیٰ منہاج القرآن انٹرنیشنل خرم نواز گنڈاپور، صدر نظام المدارس پاکستان علامہ امداد اللہ قادری، مفتی عبدالقیوم ہزاروی، علامہ پروفیسر محمد نواز ظفر، ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی، ڈاکٹر شفاقت علی بغدادی، پاکستان بھر سے دینی مدارس و جامعات کے مہتمم حضرات و اساتذہ کرام، کالج آف شریعہ کے اساتذہ کرام، معروف کالم نویس حافظ شفیق الرحمٰن، ضیاء الحق نقشبندی اور منہاج القرآن کے نائب ناظمین اعلیٰ، ڈائریکٹرز شعبہ جات، فورمز کے صدور نے خصوصی شرکت کی۔

اس کانفرنس میں شیخ الاسلام ڈاکٹر طاہرالقادری نے ویڈیو لنک پر لاہور، کراچی، فیصل آباد، راولپنڈی، ملتان، گوجرانوالہ، جہلم، سیالکوٹ، گجرات، حیدر آباد، کوئٹہ، میرپور، ساہیوال، اوکاڑہ، پشاور، ہزارہ سمیت پاکستان کے 300 چھوٹے، بڑے شہروں میں علمائے کرام، مدارس کے مہتم حضرات اور و مدرسین کو خطاب کیا اور مدارسِ دینیہ کے لیے نیا نصاب پیش کیا۔

اس قومی کانفرنس میں نظام المدارس پاکستان کے قیام اور مدارس دینیہ کے لیے نیا نصاب پیش کرتے ہوئے شیخ الاسلام نے فرمایا:

نظام المدارس پاکستان میں زیرتعلیم طالب علم 8 سال کے تدریسی عرصہ کے دوران نصابی کتب کے ساتھ ساتھ 364 کتب کا مطالعہ کرے گا۔ اُسے علوم القرآن، علوم الحدیث، سیرت، تصوف، عقائد کے ساتھ ساتھ اخلاقیات اور دوسرے مسالک و مذاہب کے ساتھ ہم آہنگی اور مکالمہ کی بھی تعلیم دی جائے گی۔ حضور نبی اکرم ﷺ نے یہودیوں، رومیوں کی زبان سیکھنے کا بھی حکم دیا تھا تاکہ ان کی زبان میں انہیں جواب دیا جاسکے۔ دیگر اقوام کی زبانوں کو سیکھنا سنت نبوی ﷺ ہے۔ اسلام میں تنگی نہیں کشادگی اور توسع ہے۔ ہم اپنے آپ کو مسالک کے خانوں میں بند کر کے اسلام کے عالمگیر پیغام اور تعلیمات کی حقیقی برکات اور ثمرات نہیں سمیٹ سکتے۔

نظام المدارس پاکستان کے نصاب میں اساتذہ کیلئے تعلیمی ریفریشر کورسز بھی متعارف کروائے گئے ہیں۔ علم و عمل میں پختہ استاد ہی حقیقی وارثان انبیاء کی ایک نسل تیار کرسکتا ہے۔ میں مدارس دینیہ کا ایسا علمی کردار اور مقام چاہتا ہوں کہ یہاں کا فارغ التحصیل طالب علم چاہے تو مسجد میں چلا جائے، چاہے تو اپنی صلاحیتیں بروئے کار لا کر زندگی کے کسی بھی شعبے میں اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوا سکے۔ یہ اسی صورت ممکن ہے کہ طالب علم کو دنیوی تعلیم کے ساتھ ساتھ دینی تعلیم و تربیت بھی دی جائے۔

(اس تفصیلی خطاب کا حصہ اوّل زیر نظر شمارے کے صفحہ نمبر5 پر ملاحظہ فرمائیں نیز نظام المدارس پاکستان کا نصاب برائے مطالعہ منہاج القرآن اور نظام المدارس پاکستان کے سوشل میڈیا لنکس پر موجود ہے۔)

کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز کی لائبریری کی نئی عمارت کا افتتاح

منہاج القرآن انٹرنیشنل کی سپریم کونسل کے چیئرمین ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز کی لائبریری کی نئی عمارت کی افتتاحی تقریب کے موقع پر گفتگوکرتے ہوئے کہا کہ قوم کے بیٹوں اور بیٹیوں کوتعلیم اور دینی شعور دینا فی زمانہ دنیا و آخرت کی بہترین نیکی اور انویسٹمنٹ ہے۔ انہوں نے ناظم اعلیٰ خرم نواز گنڈاپور، حاجی امین القادری چیئرمین ریسورسز اینڈ ڈویلپمنٹ، حاجی ارشد سینئر ممبر، شاہد لطیف ڈائریکٹر آر اینڈ ڈی، ڈاکٹر ممتاز الحسن باروی کے ہمراہ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز لائبریری کی نئی عمارت کا افتتاح کیا۔ اس موقع پر اویس طاہر، ملک وزیر، شیخ محمد حنیف اور کالج آف شریعہ کے فیکلٹیز ممبر موجود تھے۔ ڈاکٹر حسن محی الدین قادری نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کا یہ تعلیمی ویژن ہے کہ شرعی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھائے جائیں۔ دینی شعور کے بغیر حاصل کی جانے والی تعلیم علم نافع نہیں ہے۔ اسلاف کی اسلامی، دینی، روحانی، اخلاقی، علمی میراث کی آئندہ نسلوں تک منتقلی کے لئے تحریک منہاج القرآن اپنا کردار ادا کررہی ہے۔ منہاج القرآن کے تعلیمی ادارے ایک ذمہ دار، باکردار شہری کی تیاری کے ساتھ ساتھ اسلام کی ترویج و اشاعت اور عقیدہ صحیحہ کے فروغ کے لئے کوشاں ہیں۔ تعلیم یافتہ نسل کے ذریعے ہی پائیدار امن، ترقی اور خوشحالی کا خواب شرمندہ تعبیر ہوگا۔

اس موقع پر پرنسپل ڈاکٹر ممتاز الحسن باروی نے بتایا کہ کالج آف شریعہ اینڈ اسلامک سائنسز ایم فل اور پی ایچ ڈی تک تعلیم مہیا کررہا ہے۔ پسماندہ اضلاع کے ذہین طلبہ دینی علوم کے ساتھ ساتھ عصری علوم بھی پڑھ رہے ہیں۔ کالج آف شریعہ کے قیام سے اب تک ہزاروں سکالر تعلیم مکمل کر کے پاکستان اور بیرونی دنیا میں ایک کامیاب پروفیشنل کے طور پر اپنی خدمات انجام دے رہے ہیں۔ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری نے سوسائٹی کے پسماندہ طبقات پر اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھولے۔ کالج آف شریعہ کی لائبریری 15 ہزار سے زائد نایاب کتب پر مشتمل ہے۔ طلبہ میں تحقیق اور مطالعہ کا شعور اجاگرکرنے کیلئے لائبریریوں کا مرکزی کردار ہوتا ہے۔ منہاج القرآن کے تمام تعلیمی اداروں کے ساتھ ترجیحاً لائبریریاں بھی تعمیر کی جارہی ہیں۔

جمپ سٹارٹ پاکستان اور منہاج یوتھ لیگ کے درمیان ایم او یو پر دستخط

جمپ سٹارٹ پاکستان اور منہاج یوتھ لیگ کے درمیان ایم او یو پر دستخط کئے گئے ہیں۔ نوجوانوں کے ٹیلنٹ کی پذیرائی، نوجوانوں میں تخلیقی اور ماحولیاتی شعور اجاگر کرنے، entrepreneurship اور ہیومن ریسورس ڈویلپمنٹ کے لئے باہمی کوششیں بروئے کار لانے کا عزم کیا۔ منہاج یوتھ لیگ کے مرکزی صدر مظہر محمود علوی نے جمپ سٹارٹ پاکستان کے ڈائریکٹر مسٹر کامران مظفر حیات کو خوش آمدید کہا اور یوتھ امپاورمنٹ کے حوالے سے ان کے جذبہ کو سراہا۔ مظہر محمود علوی نے کہا کہ شیخ الاسلام ڈاکٹر محمد طاہرالقادری کی یوتھ امپاورمنٹ کے لئے خدمات قابل تحسین ہیں۔ منہاج یوتھ لیگ فی زمانہ نوجوانوں کی تعلیم و تربیت اور ان کے بامقصد کردار کے لئے کام کررہی ہے۔ یہ بات خوش آئند ہے کہ جمپ سٹارٹ خوشحال اور مستعد پاکستان کے لئے نوجوانوں کی خوابیدہ صلاحیتوں کو بیدارکرنے اور بروئے کار لانے کے حوالے سے اپنا سماجی، فلاحی کردار ادا کررہی ہے۔ کامران مظفر نے بتایا کہ جمپ سٹارٹ پاکستان اس وقت 15 بڑے شہروں میں کام کررہی ہے اور 50 سے زائد یونیورسٹیز میں اپنی خدمات آفر کررہی ہے۔ نوجوانوں کی تخلیقی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر ہی ہم پاکستان کو معاشی بحران سے نکال سکتے ہیں۔ نوجوانوں کو بامقصد اقتصادی مصروفیات سے ہم آہنگ کرنا ناگزیر ہے۔ منہاج یوتھ لیگ کی طرف سے منصور قاسم اعوان بھی شریک تھے۔ ایم او یو پر دستخط 23مارچ 2021ء کو ہوئے۔

❁❁❁❁❁

اظہار تعزیت

گذشتہ ماہ محترم ماسٹر محمد یعقوب (PP-100)، محترم عامر سلطان (ضلعی صدر MYL حافظ آباد) کے پھوپھا، محترم قاضی بوستان (حافظ آباد) کی خوشدامن اور کزن، محترم ملک محمد یوسف (تاج جیولرز۔ حافظ آباد) کا بھائی محترم محمد ابراہیم، محترم محمد یوسف حضوری (حافظ آباد) کے برادر نسبتی کے بیٹے محترم محمد عمران شیرازی، محترم وسیم عزیز (حافظ آباد ٹریولز) کے والد محترم عزیزالدین قمر، محترم حافظ محمد یونس قادری (سکھیکی منڈی) کی اہلیہ اور برادر نسبتی، محترم چوہدری تصور اقبال بھون (حافظ آباد) کے بہنوئی محترم محمد نواز گورائیہ، محترم طارق محمود (ناظم ویلفیئر تحصیل گوٹرہ بیلٹ) کی ہمشیرہ، محترم محمد اقبال (منہاج یونیورسٹی) کا جواں سالہ بھانجا محترم محمد زاہد، محترم حاجی اللہ رکھا (سابقہ صدر سعودی عرب) کی ہمشیرہ (گوہد پور سیالکوٹ)، محترمہ راضیہ نوید (سابقہ مرکزی نائب صدر ویمن لیگ) کی والدہ محترمہ، محترم محمد شفیق راجہ (سابقہ صدر یوتھ لیگ MQI اسلام آباد) کی والدہ محترمہ، محترم مقبول حسین ڈار (TMQ اسلام آباد) کی ہمشیرہ، محترم محمد زاہد (اسلام آباد) کا سالہ، محترم حسن محمد نسیم (اسلام آباد) کے بہنوئی، محترم محمد یونس (ناظم یونین کونسل بزرگوال) کی پھوپھو جان، محترم محمد ممتاز (سدوالی کلاں) کی والدہ محترمہ، محترم صوفی محمد لطیف (گلرالی۔کوٹلہ) کی چچی، محترم ماسٹر محمد اصغر مہندی (لنگڑیال کوٹلہ) کے بھائی محترم ڈاکٹر محمد عارف، محترم ثاقب حمید (جنڈالہ کوٹلہ) کی دادی، محترم علامہ غلام سرور قادری (صدر منہاج القرآن علماء کونسل جھنگ)، محترم علامہ حامد سعید قادری (کوٹ رادھاکشن) کے والد محترم، محترم محمد اشرف سیال (سیال موڑ) کی والدہ، محترم امتیاز احمد قادری (شیخوپورہ) کی والدہ، محترم ممتاز علی قادری (چنیوٹ) کے بڑے بھائی، محترم حافظ شہزاد احمد ساہی (منگووال) کا بیٹا، محترم ڈاکٹر محمد ارشد (ٹاؤن شپ لاہور) کی خوشدامن، محترم چوہدری شیر افضل ملہی (جاکھے چیمہ) کے والد، محترم حاجی محمد حسین (پتوکی) کے بھائی، محترم اللہ دتہ (پتوکی) کی والدہ، محترم محمد فیاض طور ایڈووکیٹ (پتوکی) کے بھائی، محترم حاجی محمد اسلم سہیل مرزا (چیچہ وطنی) کے بردر ان لاء، محترم زبیر احمد موہل (پاکپتن شریف)، محترم رشید احمد (پی پی 193) کے والد محترم، محترم ڈاکٹر رفیق احمد یاسر کے نانا جان، محترم میاں شریف احمد سسّل کی خوشدامن، محترم شاہ امین وٹو (پاکپتن) کی والدہ، محترم رانا محمد اقبال (پاکپتن) کی اہلیہ، محترم سیّد ابوداؤد شاہ (پاکپتن) کی کزن، محترم عامر وقاص (چیچہ وطنی) کی ہمشیرہ، محترم ماسٹر محمد زاہد اقبال قادری (جنڈروی۔ گجرات) کی والدہ محترمہ اور تایا جان، محترم سیّد رضوان مہدی شاہ (لنگڑیال کوٹلہ)، محترم ماسٹر پرویز اختر (لنگڑیال کوٹلہ) کی والدہ، محترم چوہدری جاوید اقبال کی اہلیہ، محترم عبدالقیوم خان لودھی کی والدہ، محترم چوہدری احسان الحق (صدر کوٹلہ) کے والد، محترم چوہدری محمد لطیف (صدر کوٹلہ) کے والدہ، محترم محمد منیر بٹ (نائب صدر کوٹلہ) کی سسٹر ان لاء، محترم چوہدری سلطان پرویز کے ماموں زاد بھائی، محترم محمد اشرف (کوٹلہ) کے سسر، محترم ڈاکٹر محمد رفیع کمبوہ (حویلی لکھا) کی چچی جان، محترم محمد زکاء اللہ (حویلی لکھا) کی والدہ، محترم محمد بوٹا رحمانی (حافظ آباد) کی اہلیہ، محترم محمد عمران علی ایڈووکیٹ (گوجرانوالہ) کے ماموں جان، محترم پرویز ہمایوں ورک (گوجرانوالہ) کے بھائی، محترم میاں شہزاد احمد (نیکوکارہ بیک احمد یار) کے بھائی، محترم عمران ملک (پی پی 59 گوجرانوالہ) کی والدہ محترمہ، محترم جاوید وڑائچ (گجرات)، محترم ڈاکٹر فضل غزالی کا بھتیجا، محترم فاروق گجر (پی پی 59 گوجرونوالہ) کے ماموں، محترم محمد عمران بادشاہ (گوجرہ ٹوبہ ٹیک سنگھ) کے والدہ، محترم ہاشم خان (گوجرہ) کے والد محترم، محترم ڈاکٹر محمد ناصر (کمالیہ) کے ماموں جان، محترم ڈاکٹر شفقت سعید (گوجرہ) کے کزن، محترم شمس الغاری (گوجرہ) کی پھوپھو، محترم محمد خالد (گوجرہ) کی ممانی جان، محترم رانا محمد اقبال (پاک پتن شریف) کی اہلیہ اور محترم فوجی محمد اکرم (گوجرہ) کا بیٹا قضائے الٰہی سے انتقال فرما گئے ہیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرکزی سیکرٹریٹ اور گوشہ درود میں موجود احباب نے جملہ مرحومین کی مغفرت و بخشش کے لئے خصوصی دعا کی۔ اللہ تعالیٰ مرحومین کے درجات بلند فرمائے اور لواحقین کو صبر جمیل اور اجر عظیم عطا فرمائے۔ آمین

نظام المدارس پاکستان کے زیرِ اہتمام ''قومی کانفرنس''

مدارس دینیہ اور عصرِ حاضر کے تقاضے

Monthly
MINHAJ-UL-QURAN
MAY-2021
LAHORE
Regd CPL No.41